ہفت روزہ

ندائے خلافت
لاہور

www.tanzeem.org

17 تا 23 محرم الحرام 1430ھ / 15 تا 21 جنوری 2009ء

اس شمارے میں

"لوٹو اپنے رب کی طرف"

تکبر اور تواضع

ہماری نجات کا واحد ذریعہ: اجتماعی توبہ

توبہ کی شرائط

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام "بھارت کے جارحانہ عزائم اور سلامتی کونسل کا کردار" کے موضوع پر منعقدہ سیمینار کی رپوٹ

توبہ: گناہوں پر ندامت

داعی کے لیے تہجد کی ضرورت واہمیت

شہر میں اِک چراغ تھا، نہ رہا

اصل سکندر اعظم

قوموں کی قسمتوں کا اتار چڑھاؤ

سورۂ ہود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ہود علیہ السلام نے کہا: "اے میری قوم کے لوگو، اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف پلٹو، وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمہاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا۔ مجرموں کی طرح منہ نہ پھیرو۔" (ہود: 52)

آخرت ہی میں نہیں اس دنیا میں بھی قوموں کی قسمتوں کا اتار چڑھاؤ اخلاقی بنیادوں پر ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عالم پر جو فرمانروائی کر رہا ہے وہ اخلاقی اصولوں پر مبنی ہے نہ کہ ان طبعی اصولوں پر جو اخلاقی خیر و شر کے امتیاز سے خالی ہوں۔ یہ بات کئی مقامات پر قرآن میں فرمائی گئی ہے کہ جب ایک قوم کے پاس نبی کے ذریعہ سے خدا کا پیغام پہنچتا ہے تو اس کی قسمت اُس پیغام کے ساتھ معلق ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اُسے قبول کر لیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی نعمتوں اور برکتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر رد کر دیتی ہے تو اسے تباہ کر ڈالا جاتا ہے۔ یہ گویا ایک دفعہ ہے اُس اخلاقی قانون کی جس پر اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ معاملہ کر رہا ہے۔ اسی طرح اس قانون کی ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ جو قوم دنیا کی خوشحالی سے فریب کھا کر ظلم و معصیت کی راہوں پر چل نکلتی ہے اس کا انجام بربادی ہے۔ لیکن عین اس وقت جب وہ اپنے اس بُرے انجام کی طرف بگ ٹٹ چلی جا رہی ہو، اگر وہ اپنی غلطی محسوس کرے اور نافرمانی چھوڑ کر خدا کی بندگی کی طرف پلٹ آئے تو اس کی قسمت بدل جاتی ہے، اس کی مہلتِ عمل میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور مستقبل میں اس کے لیے عذاب کے بجائے انعام، ترقی اور سرفرازی کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے۔

(بحوالہ تفہیم القرآن جلد دوئم)
سید ابوالاعلیٰ مودودی

الھدیٰ (354)

سورۃ الاعراف

(آیات: 42 تا 44)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ۡ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾

”اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے (اور) ہم (عملوں کے لیے) کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ تو تکلیف دیتے ہی نہیں۔ ایسے ہی لوگ اہلِ بہشت ہیں (کہ) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو کینے اُن کے سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے۔ اُن کے (محلوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اور کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو یہاں کا رستہ دکھایا۔ اور اگر اللہ ہم کو رستہ نہ دکھاتا تو ہم رستہ نہ پا سکتے۔ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات لے کر آئے تھے۔ اور (اُس روز) منادی کر دی جائے گی کہ تم اُن اعمال کے صلے میں جو (دنیا میں) کرتے تھے اس بہشت کے وارث بنا دیے گئے ہو۔ اور اہلِ بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ جو وعدہ ہمارے پروردگار نے ہم سے کیا تھا ہم نے تو اُسے سچا پا لیا، بھلا جو وعدہ تمہارے پروردگار نے تم سے کیا تھا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟ وہ کہیں گے، ہاں۔ تو (اُس وقت) اُن میں ایک پکارنے والا پکار دے گا کہ بے انصافوں پر اللہ کی لعنت۔“

سورۃ البقرہ کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اُس کی وسعت سے زیادہ مکلف نہیں ٹھہراتا۔ یہاں پھر وہی بات دہرائی گئی ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور پھر اچھے عمل کیے ہم اُن میں سے ہر کسی کو بس اتنا ہی ذمہ دار ٹھہرائیں گے جتنی اس میں وسعت ہو گی۔ اور جب یہ لوگ بقدر وسعت وظرف دینی فرائض کو ذمہ داری سے ادا کرتے رہے تو پھر ایسے ہی لوگ جنت والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

ایک جگہ کام کرتے ہوئے اختلاف رائے ہو ہی جاتا ہے، کیونکہ سب طبیعتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں، شکوے شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ایک دینی جماعت کے کسی رفیق کو دوسرے رفیق کی کسی بات سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ امیر کو مامور سے شکایت ہو سکتی ہے۔ اکثر اوقات تو آپس کے یہ شکوے شکایتیں دور بھی ہو جاتی ہیں مگر بعض اوقات ناراضی دور نہیں ہوتی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی ساتھی سے جذبات مجروح ہو جائیں تو دل صاف نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ انسان کی فطری کمزوری ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ مومنین کو جنت میں لے جانے سے پہلے ان کے دلوں کو کدورت سے صاف کر دیں گے۔ وہ جنت میں جائیں گے تو بالکل صاف دل ہو کر بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے رودررو بیٹھیں گے۔ کسی کو بھی ایک دوسرے سے کسی قسم کی کوئی رنجش نہ رہے گی۔ اس عنایت اور مہربانی پر مومنین کی زبان پر شکر کے الفاظ آ جائیں گے، اور وہ کہیں گے، کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کی ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا۔ ورنہ اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچا دیا ہوتا تو ہم محض اپنے زور بازو سے یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ بے شک ہمارے پروردگار کے بندے رسول بن کر حق کے ساتھ آئے تھے۔ یہ وہ وقت ہو گا جب ان نیکوکاروں کو آواز دی جائے گی کہ یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنا دیے گئے ہو بسبب ان نیک اعمال کے جو تم کرتے تھے۔ بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اس طرح کہے کہ اے اللہ نہ میں لائق تھا اور نہ ہی میرے اعمال ایسے تھے کہ میں اُن کی بنیاد پر جنت کا مستحق ہو جاتا، یہ سارا تیرا فضل ہے، تیری عطا اور دین ہے۔ اللہ فرمائے گا، نہیں میرے بندے تو نے محنت کی، کوشش کی، ایثار کیا، حق کا راستہ پسند کیا، تو نے حق کی خاطر اور باطل کی مخالفت میں اذیتیں برداشت کیں اور نقصان اٹھائے، اب یہ جنت تیرے لیے ہے۔ تو یہ دونوں حقیقتیں ہیں۔ دونوں مل کر بات مکمل کرتی ہیں۔ ہم ارادہ کرتے ہیں تو اللہ توفیق دیتا ہے۔ محض اپنے ارادے سے ہم کچھ نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہو۔

جنت والے جہنمیوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہم نے تو پا لیا، جو کچھ ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا وہ سچ نکلا، کیا تم نے بھی اُس چیز کو سچ پایا جس کا وعدہ تمہارے پروردگار نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ وہ کہیں گے، ہاں (ہمارے ساتھ جو عذاب کے وعدے وعید تھے وہ بھی پورے ہوئے۔ اب ہم عذاب میں گھرے ہوئے ہیں) پس اُس وقت کوئی پکارنے والا اُن کے درمیان پکارے گا کہ اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

ذکر کی اہمیت

عَنْ اَنَسٍ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ: مَرَّ بِشَجَرَةٍ يَابِسَةِ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَاثَرَ الْوَرَقُ فَقَالَ اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَتُسَاقِطُ مِنْ ذُنُوْبِ الْعَبْدِ كَمَا تَسَاقَطَ وَرَقُ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک ایسے درخت کے پاس سے گزرے جس کے پتے سوکھ چکے تھے۔ آپؐ نے اس پر اپنا عصائے مبارک مارا تو اس کے سوکھے پتے جھڑ پڑے (اور ساتھ والوں نے وہ منظر دیکھا) پھر آپؐ نے فرمایا کہ یہ کلمے: ”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔“ بندے کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جس طرح تم نے اس درخت کے پتے جھڑتے دیکھے۔“

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ　لاہور

ندائے خلافت

شمارہ	17 تا 23 محرم الحرام 1430ھ	جلد
2	15 تا 21 جنوری 2009ء	18

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور۔54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور۔54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 10 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک.......300روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا----------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ ۔ لوٹو اپنے رب کی طرف

کوئی پاکستانی اگر یہ کہے کہ اس وقت ہمارے سر پر کوئی حکومت موجود نہ ہوتی تب بھی حالات اس سے بدتر نہ ہوتے تو وہ مبالغہ نہ کر رہا ہوتا۔ حکومتی سطح پر نت نئی حماقتوں کے سرزد ہونے سے عوام خبریں سن اور پڑھ کر بھونچکے رہ جاتے ہیں۔ دانشوروں کی عقلیں مفلوج ہو رہی ہیں۔ لکھاری کاغذ اور قلم سامنے رکھے ماتھے پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہے۔ کیا لکھے کہ ان کی آنکھیں ہی نہیں کہ پڑھ سکیں۔ تجزیہ کار کی زبان گنگ ہے، کیا بولے۔ کیا تبصرہ کرے کہ ان کے کان ہی نہیں ہیں کہ سنیں۔ ان کی گردنوں میں شاید طوق پڑے ہیں جن سے وہ ٹھوڑیوں تک جکڑے گئے ہیں اور ان کے سر اُٹل رہے ہیں، لہٰذا کسی کا سمجھانا بجھانا بیکار ہے۔ چال میں ایسی کج روی ہے کہ صراط مستقیم پر چلنا ان کے لیے ممکن نہیں۔ مُردوں کے لیے زندہ ہے' زندہ ہے کا نعرہ لگانے کے سوا دنیا میں انہیں کوئی کام ہی نہیں۔ ان سے کوئی کیا بات کرے کہ وعدے سے مکرنے اور عہد سے انحراف کرنے پر اتراتے ہیں۔ قوم کی حکومت کے لیے ناپسندیدگی نفرت اور نفرت اب وحشت میں تبدیل ہو رہی ہے۔

داخلی سطح پر جو کچھ گیارہ ماہ سے ہو رہا ہے' قوم کسی نہ کسی طرح اسے بھگت ہی رہی تھی۔ ممبئی میں ہونے والی دہشت گردی نے انہیں مکمل طور پر بدحواس کر دیا ہے۔ پہلے ہی فون پر وزیراعظم نے فرمایا، میں آئی ایس آئی کا ڈائریکٹر جنرل بھارت بھیج رہا ہوں۔ پھر کہا، نہیں ڈائریکٹر جائے گا۔ پھر ارشاد ہوا، آئی بی کا وفد جائے گا۔ پھر کوئی نہیں جائے گا، اجمل قصاب ہمارا شہری نہیں ہے، نادرا کے رجسٹر میں اس کا نام بھی درج نہیں ہے۔ حکومت کے وزیر مشیر سب یہی گردان کر رہے تھے کہ اچانک وزیراعظم کے قومی سلامتی کے مشیر گویا ہوئے کہ قصاب کا تعلق پاکستان سے ہے۔ کون ان سے پوچھے اگر اجمل قصاب کی برآمدگی پاکستان سے ہی ہوگئی ہے تو قومی سلامتی کا مشیر اعلان کرنے والا کون ہوتا ہے۔ یہ وزارت خارجہ اور وزارت داخلہ کا کام ہے۔ وزیر اطلاعات ایسا اعلان کر سکتا ہے، لیکن ہماری اطلاعات کی وزارت میں چونکہ نسوانیت پائی جاتی ہے، لہٰذا انہوں نے شرماتے ہوئے نیوز ایجنسیز کو ایس ایم ایس کیا کہ قصاب ہمارا ہے۔ وزیراعظم نے نہلے پر دہلا مارا کہ قومی سلامتی کے مشیر کو اس الزام پر برطرف کر دیا گیا کہ اس نے وزیراعظم کو بتائے بغیر ہی یہ اعلان کر دیا کہ قصاب پاکستانی ہے یعنی وزیراعظم نے دنیا کو بتایا کہ ہم حقائق چھپا رہے تھے' ہم جھوٹ بول رہے تھے لیکن میرے مشیر نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے۔

حکومت پاکستان کی اعلیٰ ظرفی اور دانش مندی کا اندازہ کیجیے کہ امریکی عہدے داروں کے سینے ہلال قائداعظم جیسے تمغے سے سجائے جا رہے ہیں۔ وہ امریکہ جو ہمارے ازلی دشمن بھارت سے بڑھ کر ہم پر الزام تراشی کر رہا ہے، اُس کے منہ کو مسلمانوں کا خون لگ گیا ہے، اس کے ڈرون طیارے قبائلی بھائیوں اور صوبہ سرحد کے مسلمانوں کو ہلاک کر رہے ہیں، وہ جو افغانستان اور عراق میں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا رہا ہے، جو فلسطینیوں کے قاتل اسرائیل کی پیٹھ ٹھونک رہا ہے۔ کاش! ہمارے پاس ایسی زبان ہوتی جو سن کر حکومت سمجھ سکتی۔ یا کوئی ایسا قلم ایجاد ہو جائے جس کا لکھا حکومت پر اثر انداز ہو اور وہ جان جائے کہ منتیں اور ترلے کرنے سے ہاتھ جوڑنے اور ایڑیاں رگڑنے سے دشمن دوست نہیں بنا کرتے۔ پتھر پر پڑی لکیر ماند پڑ سکتی ہے' مٹ سکتی ہے، فرمانِ فرقانِ حمید غلط ثابت نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی آخری کتاب میں درج ہے کہ (ترجمہ) "یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ ان میں سے بعض دوست ہیں بعض کے"۔ یعنی وہ ایک دوسرے کے دوست ہو سکتے ہیں، تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ یہ اعزاز بھی ہمارے سربراہِ مملکت کو حاصل ہوا کہ ان سے جعلی کال پر بات ہوئی، اُنہیں دھمکیاں دی گئیں اور وہ انتہائی خوفزدہ ہو گئے۔ حکومتوں کی حماقتوں کے حوالہ سے ہم یہاں تک پہنچے تھے کہ ہمیں کلک (click) ہوا۔ ہم رک گئے پریشان اور خوفزدہ ہو گئے۔ ہمیں الزامات کا رخ اپنی ہی طرف نظر آیا۔ ہمیں یوں محسوس ہوا کہ جیسے ہم نے انجانے میں اپنے ہی خلاف ایف آئی آر درج کرا دی ہے۔ اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ نے، جو صادق المصدوق ہیں، جو حق اور سچ کا سمبل ہیں' ارشاد فرمایا: ((اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ)) یعنی "تمہارے اعمال ہی تمہارے حکمرانوں کی صورت میں تم پر مسلط ہو جائیں گے"۔ ہمارے اعمال نے اگر زرداری اور گیلانی (باقی صفحہ 19 پر)

پنجاب کے دہقان سے

[بال جبریل]

بتا کیا تری زندگی کا ہے راز ۔۔۔ ہزاروں برس سے ہے تو خاک باز!
اسی خاک میں دب گئی تیری آگ ۔۔۔ سحر کی اذاں ہو گئی، اب تو جاگ!
زمیں میں ہے گو خاکیوں کی برات ۔۔۔ نہیں اس اندھیرے میں آبِ حیات!
زمانے میں جھوٹا ہے اس کا نگیں ۔۔۔ جو اپنی خودی کو پرکھتا نہیں
بُتانِ شعوب و قبائل کو توڑ ۔۔۔ رُسومِ کُہن کے سلاسل کو توڑ
یہی دینِ محکم، یہی فتح باب ۔۔۔ کہ دنیا میں توحید ہو بے حجاب!
بخاکِ بدن دانۂ دِل فشاں ۔۔۔ کہ ایں دانہ دارد ز حاصلِ نشاں!

علامہ اقبال نے اپنے وقت کے مسائل کا جس دل سوزی اور حقیقت پسندی کے ساتھ جائزہ لیا ہے، وہ ایک طرف تو اِس امر کا غماز ہے کہ وہ عصری صورتِ حال پر گہری نظر رکھتے تھے۔ دوسرے یہ کہ شعر میں مسائل اور اُن کے حل کا اظہار اپنے نقطۂ نظر کے حوالے سے کرتے ہیں۔ اُن کی شاعری ایک قابلِ عمل پیغام کی حیثیت رکھتی ہے۔ اِس نظم میں جہاں وہ پنجاب (اب پاکستان) کے حالات اور اُن کے مسائل کا ذکر کرتے ہیں، وہاں اہلِ پنجاب کو بیداری کا پیغام بھی دیتے ہیں۔ نظم کے ساتوں اشعار میں اقبال پنجاب کے کسان سے براہ راست مخاطب ہیں۔

1۔ پہلے شعر میں وہ کسان سے استفسار کرتے ہیں کہ تُو ہزار ہا سال سے خاک چھان رہا ہے اور غذائی اجناس پیدا کر رہا ہے، لیکن اتنا بتا دے کہ کیا تیری زندگی ہمیشہ اسی عمل تک محدود رہے گی۔ نہ جانے تُو اسی پر کیوں اکتفا کیے ہوئے ہے، جبکہ تُو زندگی کی تمام سہولتوں سے محروم ہے۔

2۔ تجھ میں جوش و عمل کا جو جذبہ تھا، وہ اُس مٹی کی نذر ہو گیا جس کو تُو قابلِ کاشت بناتا ہے۔ اب تو مایوسیوں کا اندھیرا دُور ہوا اور اُمید کی نئی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ دنیا بھر میں ہر ملک کے عوام اپنے حقوق کے حصول کی خاطر بیدار ہو کر استحصالی قوتوں کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ اب تیرے لیے بھی لازم ہے کہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنے حقوق کے لیے عملی جدوجہد کرے۔

3۔ ہر چند کہ دنیا کے تمام باشندوں کو پیٹ بھرنے کے لیے رزق اِس ہماری زمین ہی سے میسر آتا ہے، اس لیے غذائی فصلوں کی کاشت زمین ہی میں ہوتی ہے۔ اس کے باوجود یہ فصلیں انسان کو ہمیشہ زندہ رکھنے کی اہل نہیں ہوتیں۔ زندگی فقط یہ نہیں کہ فصل پیدا ہوا اور اس سے پیٹ بھر لیا۔ زندگی کا مقصد اس سے بالا تر ہے۔

4۔ زندگی کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو پہچانے، اُس کا تحفظ کرے اور لحہ بہ لحہ کو پرکھتا رہے، یعنی اپنا تزکیۂ نفس کرتا رہے۔ اور جو شخص اِس رُوحانی و باطنی عمل سے بے بہرہ ہے، اُس کے بارے میں بس اس قدر کہنا کافی ہے کہ وہ زندگی کی حقیقتوں کے شعور سے محروم ہے۔

5۔ اِس شعر میں دو الفاظ قدرے نامانوس ہیں۔ شعوب یہ شَعَبْ کی جمع ہے۔ بڑے قبیلے۔ سلاسل، یہ سلسلے کی جمع ہے۔ زنجیریں۔ شعر کی تشریح یہ ہے کہ اے کاشت کار! افسوس کہ تُو اِس عالمی بیداری کے عہد میں بھی نسلوں، قبیلوں اور فرقوں کی قدیم اور از کار رفتہ کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ جب تک تُو اِن زنجیروں کو نہیں توڑے گا، تیرا منزلِ مقصود تک پہنچنا ممکن نہیں۔

اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ قدیم رسم و رواج اور روایات کی زنجیروں کو بھی توڑ کر ان سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کرے۔

6۔ دنیا میں اگر توحید کا سبق عام ہو جائے اور یہ جو مسلمانوں میں چھوٹے چھوٹے گروپ، فرقے اور قبائل موجود ہیں، اگر یہ سب متحدہ ہو کر ایک ہی ملت میں ضم ہو جائیں تو یہاں دوسری قوموں پر برتری کی صورت نکل سکتی ہے، اور اِس طرح توحید کا پیغام ساری انسانیت تک پہنچ سکتا ہے، کہ یہی پیغام سب کے لیے تمام علائقِ دنیوی سے نجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔

7۔ آخری شعر میں اقبال کسان کو اُسی کی زبان میں مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب تک انسان کے دل میں زندگی کے حقیقی نصب العین کے حصول کی تڑپ نہ پیدا ہو جائے، اُس وقت تک وہ نا قابلِ فراموش کارنامے سرانجام نہیں دے سکتا۔ یہی تڑپ دراصل انسان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتی ہے۔

بسلسلہ اسلام دین امن و سلامتی

تکبر اور تواضع

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 12 دسمبر 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! گزشتہ چند اجتماعات جمعہ میں حسن اخلاق اور حقوق العباد کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے۔ دین کے اِس حسین گوشے کو اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے، اِس لیے کہ یہ بالعموم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔ عام طور پر دینداری کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ کوئی شخص نماز روزے کا پابند ہو، اور ایسے افراد چونکہ اکثر و بیشتر سخت گیر اور خشک مزاج ہوتے ہیں، لہٰذا اُن کے اِس طرزِ عمل اور رویے سے عوام کو یہ تاثر ملتا ہے کہ شاید دینداری اور حسن اخلاق (و حقوق العباد) دو الگ الگ اور متضاد چیزیں ہیں۔ حقیقت اِس کے برعکس ہے۔ حقوق العباد پر جتنا زور اسلام نے دیا ہے کسی اور مذہب اور نظام نے نہیں دیا۔ قرآن و حدیث میں حسن اخلاق کی جس قدر فضیلت و اہمیت آئی ہے، اگر اُسے سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارا دین ہے ہی امن و سلامتی اور خوش اخلاقی کا دین۔ اِس بات کو اخلاق نبویؐ کے حوالے سے دیکھئے۔ نبی اکرم ﷺ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ سرداران قریش اور مشرکین کا معاملہ یہ تھا کہ وہ تکبر اور سخت گیری کے مرض میں مبتلا تھے۔ غریبوں، کمزوروں اور نادار لوگوں کو دھتکارنے والے تھے۔ اِس کے برعکس نبی کریم رحمۃ للعالمین ﷺ اخلاق کی معراج پر فائز تھے، جس کی گواہی قرآن حکیم نے بایں الفاظ دی ہے: **انك لعلى خلق عظيم** (القلم) خود آپؐ نے بھی اپنے مقاصد بعثت میں سے ایک مقصد یہ بیان فرمایا کہ "میں اِس لیے بھیجا گیا ہوں، تا کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔" یعنی اخلاق کریمانہ کو مرحبۂ کمال تک پہنچا دوں۔

حسن اخلاق کیا ہے؟ اِسے سمجھنے کے لیے اِس کے متضاد یعنی بدخلقی سے اِس کا تقابل کیا جانا ضروری ہے۔ عربی کا مقولہ ہے: "**تعرف الاشياء باضدادها**" یعنی چیزوں کی پہچان اُن کی اضداد کی مدد سے ہوتی ہے۔ انسانی اطوار اور رویوں میں سے کچھ تو وہ ہوتے ہیں جو بداخلاقی کے ذیل میں آتے ہیں اور دوسرے وہ ہیں جن پر حسن اخلاق کا حکم لگتا ہے۔ مثلاً تکبر بداخلاقی کا مظہر ہے اور اِس کے مقابلے میں تواضع و انکساری ایک اہم اخلاقی صفت ہے۔ تکبر حد درجہ قابل مذمت شے ہے۔ قرآن و حدیث میں اِس حوالے سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ایک حدیث کے مطابق "جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوا، وہ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔" اِس حدیث سے واضح ہے کہ کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا عبادت گزار اور دین کی خدمت کرنے والا ہو، اگر اُس کے اندر تکبر کی بیماری ہے، تو یہ اِس قدر مہلک ہے کہ اِس کی وجہ سے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر یہ ہے کہ آدمی حق بات کو قبول نہ کرے اور اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ اور برتر خیال کرے، اُن پر اپنی برتری کا سکہ جمانا چاہیے۔ تکبر کسی بھی پہلو سے ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر سماجی اعتبار سے تکبر یہ ہے کہ ایک آدمی دوسروں کے مقابلے میں خود کو شے دیگر سمجھے۔ سیاسی حوالے سے تکبر کا مظہر یہ ہوگا کہ آدمی کو ذرا سا اختیار و اقتدار مل جائے تو وہ فرعون بن جائے۔ معاشی میدان میں تکبر کی علامت یہ ہے کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں دولت اور روپیہ پیسہ آ جائے تو وہ قارونیت کا مظاہرہ کرنے لگے۔ دولت و سرمایے کو اللہ کی دین اور ذریعۂ آزمائش سمجھنے کی بجائے اپنی صلاحیت اور کمال خیال کرے۔ قارون نے یہی کہا تھا:

﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا﴾ (سورۃ القصص)

"بولا کہ یہ (مال) مجھے میری دانش (کے زور) سے ملا ہے۔ کیا اُس کو معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے بہت سی اُمتیں جو اُس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں۔"

قرآن مجید میں تکبر کی سخت شناعت آئی ہے، اور اِس سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ سورۂ لقمان میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو کی جانے والی نصیحتوں کا تذکرہ ہے۔ ان نصیحتوں میں سے ایک اہم نصیحت تکبر سے اجتناب کے متعلق تھی۔ فرمایا:

﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾

"اور (اے میرے بیٹے ازراہ غرور) لوگوں سے گال نہ پھلانا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا، کہ اللہ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔"

سورۂ بنی اسرائیل میں جہاں تورات کے احکام عشرہ کا خلاصہ بیان ہوا ہے، وہاں بھی تکبر سے روکا گیا ہے۔ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی تھی۔ وہ دو ہزار سال تک اِس زمین پر اللہ کی نمائندہ امت کی حیثیت سے

> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
> "اللہ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ اِس بات کو لوگوں میں عام کر دو کہ تم سب تواضع اور انکساری اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص (کسی بھی اعتبار سے) دوسرے پر فخر نہ کرے۔"

رہے۔ انہیں میں سے نبی اور رسول آتے رہے۔ اُن پر کتابیں نازل ہوتی رہیں۔ اِس فضیلت والی قوم کو اللہ تعالیٰ نے جو بنیادی تعلیمات دی تھیں، اُن میں سے ایک اہم بات یہ تھی کہ وہ تکبر سے اجتناب کریں۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا﴾

"اور زمین پر اکڑ اکڑ کر (اور تن کر) مت چل کہ تو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا۔"

جب دماغ میں تکبر کا خناس ہو تو اِس کا اظہار چال سے بھی ہوتا ہے۔ لب و لہجہ کی طرح چال بھی بتا دیتی ہے کہ چلنے والے کے اندر تکبر کی بیماری ہے۔ جو شخص تکبر میں مبتلا ہوتا ہے، وہ ذرا ایڑی مار کر اور سر اٹھا کر چلتا ہے۔ وہ اپنی پگڑی بھی ذرا اونچی رکھتا ہے۔ یہاں بڑے حکیمانہ انداز میں انسان کو جھنجوڑا گیا کہ تم خواہ کتنا ہی زمین پر ایڑی مار کر چلو، زمین کو پھاڑ نہیں سکتے، اِسی طرح خواہ کتنا ہی اونچا ہو کر چلنے کی کوشش کرو، اللہ کے بنائے ہوئے پہاڑوں کی بلندی کو نہیں پہنچ سکتے۔

تکبر کے جو برعکس کیفیت ہے، اور جو مطلوب ہے، وہ تواضع اور انکساری ہے۔ تواضع حسن اخلاق کا مظہر ہے اور اہل ایمان کے بنیادی اوصاف میں سے ہے۔ سورۃ الفرقان میں عباد الرحمٰن یعنی اللہ کے نیک بندوں کے اوصاف کا بیان ہے۔ وہاں اُن کی پہلی صفت ہی یہ بیان ہوئی کہ

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾

"اور اللہ کے (نیک) بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ اُن سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں۔"

یعنی اللہ کے بندے جب زمین پر چلتے ہیں، تو اکڑ کر نہیں چلتے بلکہ اُن کی چال میں تواضع ہوتی ہے۔ اور جب جاہل لوگ اُن سے گفتگو کرتے ہیں اِس غرض سے کہ انہیں بحث میں الجھا دیں، نہ کہ بات کو سمجھنا مقصود ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں اُن کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ بڑے باوقار طریقے سے اُن سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اُن سے بحث نہیں کرتے کہ اپنی علمیت کا اظہار کریں، اور اُن پر اپنی برتری جمائیں۔

بہت سی احادیث میں بھی تواضع و انکساری کی تعلیم دی گئی ہے۔ ابن ماجہ کی ایک روایت ہے، جس کے روای حضرت عیاضؓ ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ اِس بات کو لوگوں میں عام کر دو کہ تم سب تواضع اور انکساری اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص (کسی بھی اعتبار سے) دوسرے پر فخر نہ کرے۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا: لوگو! فروتنی اور خاکساری اختیار کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے:

"جس نے اللہ کے لیے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے) خاکساری کا رویہ اختیار کیا (اور بندگانِ خدا کے مقابلہ میں اپنے کو اونچا کرنے کے بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوگا لیکن عام بندگانِ خدا کی نگاہوں میں اونچا ہوگا۔ اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و حقیر ہو جائے گا۔ اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوگا لیکن دوسروں کی نظر میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔" (رواہ البیہقی)

ایک شخص میں تکبر ہے یا تواضع کی صفت، اِس کے اظہار کا ایک موقع وہ ہوتا ہے جب کہ اُس سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے۔ متکبر شخص غلطی کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ وہ جانتا ہے کہ میں غلطی پر ہوں اور جس سے بحث کر رہا ہوں، اُس کی دلیل وزنی ہے، لیکن اِس کے باوجود اُس کی جھوٹی عزت نفس اُسے صحیح بات کو قبول کرنے سے روک دیتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں اُس کی بات مان لوں گا تو میری ناک کٹ جائے گی۔ قرآن حکیم میں منافقین کے بارے میں فرمایا گیا کہ

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ

پریس ریلیز | **3 جنوری 2009ء**

اسلامی نظریاتی کونسل کو قرآن و سنت کے منافی سفارشات کا کوئی حق نہیں

عورت کو طلاق سے متعلقہ اسلامی نظریاتی کونسل کی غیر اسلامی سفارشات کی منظوری کی حکومتی یقین دہانی قابل مذمت ہے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے چیئرمین، اسلامی نظریاتی کونسل کے اس بیان پر کہ وفاقی وزیر قانون نے یقین دہائی کرا دی ہے کہ خواتین کو طلاق کا بل اسمبلی میں پیش کر کے اسے منظور کروا لیں گے، پر اپنا ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل اس لیے تشکیل نہیں دی گئی تھیں کہ وہ خواتین کو وہ حق دینے کی سفارش کرے جو نہ تو قرآن کریم میں دی گئی ہے اور نہ ہی کسی حدیث مبارکہ میں اس کا کوئی تذکرہ ہے۔ حیرت تو اس بات پر ہے کہ اب تک اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو کسی حکومت نے درخورِ اعتناء نہیں سمجھا تھا لیکن خواتین سے متعلق اس سفارش کا بل منظور کرانے کی موجودہ حکومت نے یقین دہانی بھی کروا دی ہے۔ آج وطن عزیز اپنی تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہا ہے، جس کی واحد وجہ ہماری اللہ تعالیٰ سے سرکشی ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم اپنی سابقہ بداعمالیوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور خلوصِ دل سے توبہ کریں، تا کہ ہمارے سروں پر منڈلانے والا عذاب ٹل جائے، ہم اپنی روش میں کوئی تبدیلی کا مظاہرہ نہیں کر رہے، تو ہم کیسے امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں مصائب سے نجات عطا کرے گا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾

(المنافقون)

"اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول خدا تمہارے لیے مغفرت مانگیں تو وہ سر ہلا دیتے ہیں۔ (گویا انہوں نے بات مان لی ہے) اور (حقیقت میں) تم اُن کو دیکھو گے کہ تکبر کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔"

اِس کے برعکس جس شخص میں تواضع ہو، اگر اُس سے غلطی ہو جائے، تو وہ اُس پر اصرار نہیں کرتا، نہ اُس کا دفاع کرتا ہے، بلکہ کھلے دل سے اُسے تسلیم کرتا ہے، اور اپنے رویہ پر نظر ثانی کر کے اپنی اصلاح کرتا ہے۔ قصہ آدم و ابلیس سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔ یہ قصہ قرآن مجید میں سات مقامات پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں (یاد رہے کہ عزازیل جنات میں سے تھا مگر اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے ملائکہ میں شمار ہو رہا تھا) تو انہوں نے حکم الٰہی کی تعمیل کی مگر ابلیس نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ اب بجائے اِس کے کہ وہ اپنی سرکشی اور نافرمانی پر پچھتاتا، اُس نے اللہ کی جناب میں یہ دلیل پیش کی کہ میں اعلیٰ ہوں کہ آگ سے بنایا گیا ہوں اور آدم ادنیٰ ہے، اُسے مٹی سے بنایا گیا ہے، لہٰذا اُس کو کیسے سجدہ کر سکتا ہوں۔ یوں تکبر کی وجہ سے اُس کا کیا کرایا سب برباد ہو گیا اور اُسے راندہ درگاہ کر دیا گیا۔ اِس کے مقابلے میں حضرت آدمؑ کا طرزِ عمل دیکھیں۔ حضرت آدمؑ و حواؑ سے بھی خطا ہوئی۔ انہیں ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا، مگر انہوں نے وہ پھل کھا لیا۔ لیکن ابلیس کے برعکس وہ اپنی خطا پر سخت نادم ہوئے۔ اب انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اپنے جرم کا اعتراف کیسے کریں، تو اللہ نے اُن کے احساسات کو بیان کرنے کے لیے انہیں چند کلمات سکھا دیئے۔ اور اِن کلمات کے ساتھ انہوں نے گڑگڑا کر اللہ کے حضور توبہ کی۔

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

(الاعراف)

"اُن دونوں نے کہا، اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم سخت خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

تکبر کے نتیجے میں انسان میں سخت گیری، حق کی مخالفت جنم لیتی ہے اور اِس کا انجام جہنم ہے۔ اور تواضع و انکساری آدمی میں نرمی، شفقت و محبت، قبولِ حق کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور یہ چیزیں روحانی بلندی کا باعث بنتی ہیں۔ چنانچہ سورۃ اللیل میں انسان کے چھ اوصاف کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے تین تو وہ ہیں جو خیر و بھلائی اور سعادت کی طرف سے جانے والے ہیں اور تین وہ ہیں جن کا انجام شقاوت اور بدبختی ہے۔ فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ﴿۵﴾ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ﴿۸﴾ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ﴿۹﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ﴿۱۰﴾ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ﴿۱۱﴾﴾

"تو جس نے (اللہ کے راستے میں مال) دیا اور پرہیزگاری کی اور نیک بات کو سچ جانا اُس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے، اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، اُسے سختی میں پہنچائیں گے، اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اُس کا مال اُس کے کچھ کام نہ آئے گا۔"

اِن آیات میں اوّل الذکر تین اوصاف مومنانہ کردار سے متعلق ہیں۔ یعنی اللہ کی راہ میں انفاق، پرہیزگاری، اور حق و صداقت کی تصدیق۔ ایک بندۂ مومن کٹھور دل نہیں ہوتا کہ کسی غریب اور محتاج کی مدد نہ کرے۔ بلکہ وہ دوسروں کو پریشانی میں دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے۔ اُس کا ایمان اُسے اِس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے ضرورت مندوں پر اپنا مال خرچ کرے۔ اسی طرح اُس میں تقویٰ کی صفت ہوتی ہے۔ وہ گناہوں سے اور اُن تمام کاموں سے اپنے آپ کو بچاتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں۔ اُسے ہر وقت اللہ کے حضور جوابدہی کا احساس ہوتا ہے۔ اُس کے اندر تکبر اور تعصب نہیں ہوتا کہ قبولِ حق میں رکاوٹ بنے۔ جب بھی اُس کے سامنے کوئی اچھی بات آئے اور اُس کا دل یہ گواہی دے کہ یہ بات اچھی ہے تو وہ لپک کر اُسے قبول کر لیتا ہے۔ مؤخر الذکر تین اوصاف جو تکبر کا نتیجہ ہیں، ایمان کے منافی ہیں۔ یعنی بخل، احکامِ الٰہی اور دوسروں کے مسائل و معاملات اور پریشانیوں سے بے پروائی، اور حق و صداقت کی تکذیب۔ اور یہ جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

تواضع آدمیت کی علامت ہے اور تکبر ابلیسیت اور شیطنت کا مظہر ہے۔ تواضع قبولِ حق پر آمادہ کرتی ہے اور تکبر حق کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔ یہود نے حق کی مخالفت کی، نبی آخر الزمان کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہیں کیا، تو اِس کی بنیادی وجہ یہی تکبر تھا۔ انہیں آپؐ کے رسول برحق ہونے پر کوئی اشکال نہیں تھا۔ قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ آپؐ وہی ہستی ہیں جن کی پیشین گوئیاں اُن کی کتابوں میں آئی ہیں۔ اِس کے باوجود وہ آپؐ پر ایمان نہیں لائے اور آپؐ کی تصدیق نہیں کی، تو اِس لیے کہ وہ تکبر میں مبتلا تھے۔ اُن کا کہنا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فضیلت تو ہمیں دی ہے۔ نبوت و رسالت دو ہزار سال سے ہمارے ہی خاندان بنی اسرائیل، بنو اسحٰق میں چلی آ رہی تھی، اب یہ اعزاز ہم سے چھین کر بنی اسمٰعیل کو کیوں دے دیا گیا ہے۔ اس وقت بھی یہودی دنیا میں ابلیس کے سب سے بڑے نمائندے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ اسلام کے خلاف ہر سطح پر سازشیں صیہونیوں ہی کی سرپرستی میں تیار ہو رہی اور آگے بڑھ رہی ہیں۔

حضرات! میری آج کی تمام گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ تکبر کا مرض انسان کو انتہائی بلندیوں سے پستیوں میں دھکیل دیتا ہے۔ اور تواضع کی بنا پر انسان روحانی ترقی و ترفع کی منزل پر فائز ہوتا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں تواضع کو اپنانے اور تکبر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

[تلخیص: محبوب الحق عاجز]

توبہ کی منادی

ہماری توبہ کا عملی تقاضا

نظام خلافت راشدہ کے قیام کی جدوجہد

تنظیم اسلامی کا پیغام — نظام خلافت کا قیام

042-6316638
042-6366638
www.tanzeem.org

ہماری نجات کا واحد ذریعہ: اجتماعی توبہ

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

سورۃ الفرقان کی آیت 7 میں ارشاد ربانی ہے:
"سوائے ان کے جنہوں نے توبہ کی اور جو ایمان لائے اور جنہوں نے بالفعل اچھے عمل کیے تو اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا۔" دنیا میں کسی قوم کے اللہ کے عذاب سے بچنے کی واحد صورت "اجتماعی توبہ" ہے اور اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں کسی معاشرے کے صدفی صد لوگ تو کسی بھی دور میں درست نہیں ہوئے۔ (یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی آخر دم تک کچھ نہ کچھ تعداد میں منافق ضرور موجود رہے) تاہم اگر کسی قوم کے افراد اتنی معتدبہ تعداد میں سچی توبہ کرلیں کہ پھر اپنی دعوت و نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے قوم کے اجتماعی دھارے کا رخ تبدیل کردیں، یعنی بالفاظ دیگر ایک اجتماعی انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہوجائیں، تو اس قوم کی جانب سے "اجتماعی توبہ" کا حق ادا ہوجائے گا۔

یہ گویا ازسرنو ایمان لانے کا کام ہے، جس کا لازمی نتیجہ عمل کی اصلاح ہے، لہٰذا قوم کی اجتماعی توبہ کے لیے اصل اور بنیادی ضرورت یہ ہے کہ...... اوّلاً افراد واشخاص کی ایک معتدبہ تعداد اللہ کے حضور میں سچی اور خالص توبہ کرے۔

دوئم اپنے عقائد کی تصحیح کرے اور توحید خالص کا دامن ازسرنو مضبوطی کے ساتھ تھامے۔ سوئم: فسق وفجور کو ترک کرے اور اپنی معیشت اور معاشرت کو حرام اور منکر سے پاک کرے اور چہارم: غلبہ اسلام اور قیام نظام خلافت کی منظم جدوجہد کے لیے تن من دھن وقف کردے۔ اس طرح جو منظم قوت وجود میں آئے، وہ ملکی سیاست اور اقتدار کی کشاکش سے بالکل علیحدہ رہتے ہوئے اپنی جملہ مساعی اور تمام تر توانائیوں کو مزاحمتی تحریک کے لیے وقف کردے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ضمن میں فطری تدریج کے ساتھ "باللسان" یعنی زبان اور نشرواشاعت کے دیگر ذرائع سے تدریجاً آگے بڑھ کر "بالید" یعنی قوت کے ساتھ مزاحمت کی راہ اختیار کرے اور اس طرح ارض پاکستان پر اللہ کے دین کو غالب اور اسلام کے نظام عدل اجتماعی کو نافذ کرے، اگر ایسا ہوجائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ نہ صرف یہ کہ قیام پاکستان کے لیے جو قربانیاں مسلمانان ہند نے دی تھیں، وہ رائیگاں نہیں گئیں، بلکہ الف ثانی کی جملہ چارسوسالہ تجدیدی مساعی بھی بار آور ہوگئیں۔ اس لیے کہ اس صورت میں ارض پاکستان کو فوری طور پر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا گہوارہ اور عالمی غلبہ اسلام کا نقطۂ آغاز بننے کی سعادت حاصل ہوجائے گی۔

اب ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کی دلی خواہش بھی یہی ہو گی کہ ایسا ہوجائے اور اسی کی دعا بھی ہر قلب کی گہرائی سے بلند ہوگی اور "جب تک سانس تب تک آس!" کے مصداق ہمیں آخری دم تک کوشش بھی اسی کی کرنی چاہیے لیکن یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ اس کے کچھ ناگزیر لوازم و شرائط ہیں...... اولاً: یہ کہ اگرچہ اجتماعی توبہ کا نقطہ آغاز لامحالہ انفرادی توبہ ہی ہوتی ہے، لیکن انفرادی توبہ کے ذریعے صرف اخروی عذاب سے نجات کی ضمانت مل سکتی ہے اور وہ بھی صرف اس صورت میں کہ وہ واقعی "توبۃ النصوح" ہو۔ دوئم: یہ کہ آئندہ کے لیے عزم مصمم ہو کہ اس گناہ کا ارتکاب کبھی نہیں کروں گا۔ سوئم: یہ کہ بالفعل بھی اس گناہ کو واقعتاً ترک کردے اور جو کسی کا حق غصب کیا تھا، اس کی تلافی کرے یا بصورت دیگر اس سے معافی حاصل کرے (ورنہ قیامت کے دن حساب کتاب کے وقت ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی یا مظلوم کی برائیاں ظالم کے حساب میں شمار ہوں گی)۔

انفرادی توبہ خواہ کتنی ہی سچی ہو اور انسان ذاتی اعتبار سے خواہ کتنا ہی متقی وصالح اور عابد وزاہد کیوں نہ بن جائے، اگر قوم کی مجموعی حالت تبدیل نہ ہو اور وہ بحیثیت مجموعی عذاب خداوندی کی مستحق بن جائے تو جس طرح چکی میں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے، اسی طرح جب کسی قوم پر دنیا میں اجتماعی عذاب آتا ہے تو اس کی لپیٹ میں بدکاروں اور بدمعاشوں کے ساتھ ساتھ بے گناہ لوگ بھی آ جاتے ہیں، جیسا کہ سورۃ الانفال کی آیت 25 میں ارشاد خداوندی ہے: "اور ڈرو اس عذاب سے جو تم میں سے صرف بدکاروں اور گناہ گاروں پر نہیں آئے گا اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے۔"

نیک اور صالح افراد کے عذاب خداوندی سے بچا لیے جانے کی واحد استثنائی صورت کا ذکر بھی سورۃ التوبہ کی آیت 112 میں آیا ہے: "توبہ کرنے والے، بندگی کا حق ادا کرنے والے، اللہ کی حمد کرنے والے، لذات دنیوی سے کنارہ کش رہنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے نیکی کا حکم دینے والے اور بدی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کے محافظ بن کر کھڑے ہوجانے والے"......

اگر ان کی جملہ مساعی کے باوجود قوم بحیثیت مجموعی صحیح رخ پر نہ آئے اور اعراض اور استکبار پر مصر رہنے کے باعث عذاب الٰہی کی مستحق ہوجائے تو اللہ اپنے ایسے "نہی عن المنکر" کرنے والے بندوں کو دنیا کے رسواکن عذاب سے بچا کر اپنے دامن رحمت میں لے لیتا ہے۔ اجتماعی توبہ کے لیے تجدید ایمان کی عمومی تحریک "رجوع الی القرآن" شروع کرنے کی ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبالؒ نے امت مسلمہ کے جملہ امراض کا اصل سبب قرآن سے دوری قرار دیا اور اس کا علاج "رجوع الی القرآن" تجویز کیا، چنانچہ جواب شکوہ میں ارشاد فرمایا:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اور نہایت پرشکوہ الفاظ میں ان فارسی اشعار میں بیان کیا:

خوار از مہجوری قرآں شدی
شکوہ سنج گردش دوراں شدی
اے چو شبنم بر زمین افتندہ
در بغل داری کتاب زندہ!

یعنی "اے امت مسلمہ، در حقیقت تو خوار اور زبوں حال صرف اس لیے ہوئی کہ قرآن حکیم سے اپنا تعلق توڑ بیٹھی۔ گردش دوراں کے شکوے خواہ مخواہ کر رہی ہے۔ اے وہ قوم جو شبنم کی طرح زمین پر پڑی ہوئی ہے، اب بھی اس "کتاب زندہ" کی جانب رجوع کرلے جو تیری بغل میں موجود ہے، تو تیرے تمام امراض کا مداوا ہوجائے گا اور جملہ مسائل حل ہوجائیں گے۔" گویا جس طرح خلیل جبران نے کہا تھا: "عقل سے روشنی حاصل کرو اور جذبے کے تحت حرکت کرو!" اسی طرح ہماری "اجتماعی توبہ" کا نسخہ یہ ہے کہ "قرآن سے ایمان حاصل کریں اور ایمان کے روغن سے جدوجہد عمل کی شمعیں روشن کریں!" اللہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

سچی توبہ کی شرائط

حافظ محمد مشتاق ربانی

ملت اسلامیہ خاص طور پر مسلمانان پاکستان کو ایک عرصہ سے اب تک جن مشکلات ومصائب کا سامنا ہے، ان کے لیے نام نہاد دانشور اور مفکرین اپنی اپنی سوچ کے مطابق مختلف حل تجویز کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل سائنسی ترقی میں ہے۔ کوئی یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ جدید تعلیم پر خصوصی توجہ دے کر ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ کوئی صرف معاشی ترقی کے حصول کو حل قرار دیتا ہے، اور کوئی نظام جمہوریت میں استحکام تلاش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام تجزیے ہمارے مسائل کا مستقل اور پائیدار حل نہیں ہیں۔ ہماری مشکلات ومصائب کا انفرادی اور اجتماعی پر ایک ہی حل ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں سچی توبہ کریں جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے: ﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ (الذٰریٰت:50) ”تم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگ چلو۔“

توبہ کے معنی رجوع کے ہیں۔ اہل علم فرماتے ہیں، توبہ دوری کے راستہ سے قرب الٰہی کی طرف لوٹنے کا نام ہے۔ توبہ کی اس قدر اہمیت ہے کہ قرآن حکیم میں توبہ کے نام پر ایک انتہائی جامع سورت ہے۔ امام نوویؒ نے اپنی جامع تالیف ”ریاض الصالحین“ میں لکھا ہے کہ علماء کرام توبہ کے وجوب کا فرماتے ہیں۔ توبہ اہل ایمان کی ایک بنیادی صفت ہے۔ یہ صرف اہل ایمان کا ہی شیوہ نہیں ہے بلکہ انبیاء ورسل کے معصومین عن الخطایا ہونے کے باوجود ان کی بھی یہ صفت رہی ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت ایوب علیہم السلام دونوں کے بارے میں الگ الگ فرمایا گیا: ﴿اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ (ص: 17، 44) ”بے شک وہ رجوع کرنے والے تھے۔“ ان باتوں سے بڑھ کر ایک یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ایک حسین نام ”التواب“ ہے، جو مبالغے کی وزن پر ہے۔

توبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت خصوصی کا مظہر ہے۔ کوئی انسان خواہ کتنا ہی گناہگار ہو، اگر وہ سچے دل سے تائب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ﴾ (الشوریٰ:25)

”اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے قصور معاف فرماتا ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (الزمر)

”(اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کی بخشش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔“ (القرآن)

حدیث نبویؐ ہے:

((لَوْ عَمِلْتُمُ الْخَطَايَا حَتّٰى تَبْلُغَ السَّمَاءَ ثُمَّ نَدِمْتُمْ لَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ))

”اگر تم اتنی خطائیں کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر نادم ہو تو اللہ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔“

اسی طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ))

”گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس پر کوئی گناہ نہ ہو۔“

توبہ کرنے سے گناہ بھی نیکیوں میں بدل جاتے ہیں۔ جیسا کہ قران حکیم میں ہے:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰۗىِٕكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَـيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾ (الفرقان:70)

”مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا۔“

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے افراد اور قوموں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ سورۃ البقرہ میں ہے کہ ”کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“ (آیت:222) اِسی مضمون کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نہایت خوبصورت مثالوں کے ذریعے سے سمجھایا ہے۔ ایک مثال آپؐ نے یہ دی کہ اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک بے آب وگیاہ صحرا میں کھو گیا ہو، اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اسی اونٹ پر ہو اور وہ شخص اپنے اونٹ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو، یہاں تک کہ وہ زندگی سے مایوس ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا ہو اور عین اس حالت میں اچانک وہ دیکھے کہ اس کا اونٹ سامنے کھڑا ہے تو اس وقت جیسی خوشی اس کو ہوگی اس سے زیادہ خوشی اللہ کو ایک بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے۔

دوسری مثال اس پہلی مثال سے بھی زیادی بلیغ ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ جنگی قیدی گرفتار ہو کر آئے۔ ان میں ایک عورت بھی تھی، جس کا شیر خوار بچہ چھوٹ گیا تھا۔ وہ ممتا کی ماری ہوئی ایسی بے قرار تھی کہ جس بچے کو پا لیتی، اسے اپنی چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دیکھ کر صحابہؓ سے پوچھا، تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں سے آگ میں پھینک دے گی؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، ہرگز نہیں! خود پھینکنا تو درکنار، وہ گرتا ہو تو یہ اپنی حد تک تو اسے بچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھے گی۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے، جو یہ عورت اپنے بچے کے لیے رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور سچی توبہ کی چند شرائط ہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ سے ”سچی توبہ“ کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ”اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو، پھر شرمندگی

کے ساتھ اس پر اللہ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرو"۔ اس حدیث نبویؐ میں گویا سچی توبہ کی بنیادی شرائط کا ذکر کر دیا گیا ہے کہ ماضی میں کیے ہوئے گناہ پر ندامت ہو، حال میں گناہوں سے کنارہ کشی کرے اور مستقبل میں اپنی ندامت پر استقلال کا مظاہرہ کرے۔

تفسیر الکشاف (ج4، ص55) میں ہے، ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ و استغفار کے الفاظ کو زبان سے ادا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: "ان سرعة اللسان بالتوبة توبة الکذابین" "زبان کو توبہ کے لیے جلدی جلدی چلانا، جھوٹے لوگوں کی توبہ کی علامت ہے"۔ اس بدو نے پوچھا: پھر صحیح توبہ کیا ہے؟ فرمایا: صحیح توبہ کے ساتھ چھ چیزیں ضروری ہیں۔ 1۔ "ندامت"، (یعنی جو کچھ ہو چکا اس پر نادم ہو۔ آنحضورﷺ نے فرمایا: نادم ہونا توبہ ہے۔) 2۔ "اپنے جن فرائض میں غفلت برتی ہو ان کو ادا کرے"۔ (قرآن حکیم (البقرہ:160) میں ہے: "ہاں جو توبہ کرتے ہیں اور حالت درست کر لیتے اور (احکام الٰہی کو) صاف صاف بیان کر دیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے (اور) رحم والا ہوں۔) 3۔ "جس کا حق مارا ہو اس کو واپس کرے"۔ (مثلاً کسی کا مال چھینا تو اس کا مال واپس ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے۔) 4۔ "جس کو تکلیف پہنچائی ہو، اس سے معافی مانگے"۔ (مثلاً کسی کو گالی دی، یا کسی پر بہتان لگایا تو اس سے معذرت کرے) 5۔ آئندہ گناہوں کا اعادہ نہ کرنے کا عزم کرے۔ 6۔ اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں گھلا دے۔

جس طرح توبہ کی شرائط ہیں اسی طرح سچی توبہ کرنے والے انسان کی کچھ ظاہری علامات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے سچی توبہ کی ہے۔ مثال کے طور پر وہ توبہ کے بعد بری صحبت اور بُرے دوستوں سے گلوخلاصی کرتا ہے، فضولیات اور برے اعمال سے پرہیز کرنے لگتا ہے۔ اس کی زبان پر کثرت سے اللہ کا ذکر جاری رہنے لگتا ہے۔ وہ اپنے سابقہ گناہوں پر پشیمان رہتا ہے اور دن رات نیک اعمال کرنے کی دھن اس پر سوار رہتی ہے۔

توبہ کے سلسلے میں چند امور اور بھی ہیں جنہیں ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے، مثلاً توبہ حقیقت میں کسی معصیت پر اس لیے نادم ہونا ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی ہے، لیکن اگر کسی گناہ سے اس لیے پرہیز کی جائے کہ اس سے صحت خراب ہوگی، یا وہ کسی بدنامی یا مالی نقصان کا موجب ہوگا، تو یہ توبہ کے ذیل میں نہیں آتا۔

اسی طرح انسان کو جس وقت بھی احساس ہو جائے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کر رہا ہے اُسے اسی وقت توبہ کرنی چاہیے، اسے ٹالنا اور مؤخر کرنا مناسب طرز عمل نہیں ہے۔ جیسے فرمایا:

﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ (النساء:17)

"اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے۔"

توبہ کو کھیل اور مشغلہ بھی نہیں بنانا چاہیے۔ توبہ کر کے اسے بار بار توڑنا اور اسی گناہ کا بار بار اعادہ کرنا توبہ کی روح کے منافی ہے۔ قرآن حکیم میں اہل ایمان کا یہ وصف بیان ہوا ہے: "وہ جان بوجھ کر اپنے گناہ پر اڑے نہیں رہتے"۔ (آل عمران 136) کیونکہ توبہ کی حقیقی روح گناہ پر شرمندگی ہے۔ ہاں بعض اوقات ایسے ہوتا ہے کہ انسان سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے، لیکن جذبات کی رو میں بہہ کر پھر اسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو ایسی صورت میں اسے از سر نو توبہ کرنی چاہیے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ عزم مصمم کرے کہ وہ آئندہ توبہ کو نہیں توڑے گا۔

قرآن حکیم میں انفرادی سطح پر بھی توبہ کرنے کا حکم ہے، جیسے فرمایا: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ﴾ (المؤمن:55) "اپنے گناہوں کی معافی مانگو"۔ اور اجتماعی سطح پر بھی توبہ و استغفار کرنے کی ہدایت ہے۔ جیسے سورۃ النور میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (آیت:31)

"اور مومنو سب اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ"۔

حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ (ہود:52)

"اور اے میری قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو، پھر اس کے آگے توبہ کرو"۔

حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو بایں الفاظ اجتماعی توبہ کی دعوت دی:

حدیث نبویؐ ہے:

"اگر تم اتنی خطائیں کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر نادم ہو تو اللہ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔"

﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ (ہود:61)

"پس اللہ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے آگے توبہ کرو"۔

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ (نوح:10)

"اپنے رب سے معافی مانگو"۔

اجتماعی قومی توبہ کی سب سے عمدہ مثال قوم یونسؑ کی ہے۔ حضرت یونسؑ نے اپنی قوم کو دعوت حق دی، لیکن قوم نے ماننے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اس قوم پر عذاب کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے، لیکن یہ دیکھ کہ اس قوم نے اجتماعی توبہ کی، اور اکٹھے ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور آہ و بکا کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ چنانچہ وہ عذاب جس کے آثار ظاہر ہو گئے تھے، وہ ان کی توبہ کی وجہ سے ٹل گیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ جب کسی فرد پر موت کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں یا کسی قوم پر عذاب کے آثار نمایاں ہونے لگیں تو اس وقت نہ کسی فرد کی توبہ اور نہ ہی کسی قوم کی توبہ انہیں فائدہ دے سکتی ہے، لیکن قوم یونسؑ کو اس قانون سے مستثنیٰ کیا گیا اور ان پر منڈلاتا ہوا عذاب ٹل گیا۔

حضرت یونسؑ کی قوم کے ساتھ جو خصوصی معاملہ پیش آیا ہے اس کی وجہ یہ تھی کہ دراصل حضرت یونسؑ قوم کے حالات سے مایوس ہو کر بہت جلد قوم کو چھوڑ کر چلے گئے، جس کا فائدہ قوم کو مل گیا۔ قوم یونسؑ پر سے عذاب ہٹانے کا تذکرہ سورۂ یونس میں بایں الفاظ فرمایا:

﴿فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾

"تو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایمان لائی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا۔ ہاں یونسؑ کی قوم کہ جب ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک (فوائد دنیوی سے) ان کو بہرہ مند رکھا۔"

آج ہم مسلمانان پاکستان شدید خطرات سے دوچار ہیں۔ ہمارے لیے بچاؤ کی واحد صورت اجتماعی توبہ ہے۔ اجتماعی قومی توبہ یہ ہے کہ ہم اپنے (باقی صفحہ 18 پر)

☆عالم کفر کے پاس ایسا کوئی نظریہ نہیں کہ وہ دنیا کی قیادت کر سکیں: لیاقت بلوچ

☆اقوام متحدہ کا اصل کردار غالب اقوام کے غلط اقدامات کی پردہ پوشی ہے : حافظ عاکف سعید

☆اس وقت دنیا میں نظریات کا تصادم ہے۔ حق و باطل کی کشمکش ہمیشہ سے ہے اور قیامت تک رہے گی : عبدالرؤف فاروقی

☆عالم کفر کے مقابلے کے لیے ہمیں اپنا تھنک ٹینک اور مسلم فنڈ کا اجرا کرنا چاہیے، تاکہ ہم اپنے اجتماعی مسائل کا حل خود تلاش کر سکیں: مواحد حسین

☆نائن الیون کے بعد امریکہ نے جو جنگ شروع کی وہ دراصل تیسری عالمی جنگ ہے، جس کا مقصد یہودیوں کے دشمنوں کو کمزور کرنا ہے: زید حامد

☆یہودی گریٹر اسرائیل کے قیام اور مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل سلیمانی کی تعمیر میں اسلام اور مسلمانوں کو رکاوٹ سمجھتے ہیں : ڈاکٹر اسرار احمد

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

بھارت کے جارحانہ عزائم اور سلامتی کونسل کا کردار

کے موضوع پر سیمینار کی رپورٹ

مرتب: وسیم احمد

تنظیم اسلامی کے مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے زیر اہتمام 4 جنوری 2009ء قرآن آڈیٹوریم نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں "بھارت کے جارحانہ عزائم اور سلامتی کونسل کا کردار" کے موضوع پر ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار کی صدارت بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے کی۔ تقریب کا آغاز قاری احمد شجاع ہاشمی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری مرزا ایوب بیگ نے موضوع کے حوالے سے ابتدائی کلمات کہے، بعد ازاں جمعیت علماء اسلام (س) کے راہنما مولانا عبدالرؤف فاروقی کو دعوت خطاب دی۔

مولانا عبدالرؤف فاروقی

مولانا عبدالرؤف فاروقی نے کہا کہ اس وقت دنیا میں نظریات کا تصادم ہے۔ حق و باطل کی کشمکش ہمیشہ سے ہے اور قیامت تک رہے گی۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف بھارت کے جارحانہ عزائم ممبئی دھماکوں کے نتیجے میں سامنے نہیں آئے، بلکہ یہ اس کی فطرت ثانیہ ہے۔ بھارت سے مقابلے کے لیے ہمیں کفر کے نمائندہ حکمرانوں سے نجات حاصل کرنا ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ سلامتی کونسل نے ہر موقع پر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں سلامتی کونسل کی بجائے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے، کیونکہ وہی اہل اسلام کی قوت کی اصل بنیاد ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان اسلام اور دو قومی نظریے کی بنیاد پر بنا تھا۔ جہاد ہمارے نظریے اور ایمان کی بنیاد ہے۔ اگر بھارت نے ہم پر جارحیت کی تو پوری قوم متحد ہو کر اس کا منہ توڑ جواب دے گی۔ انہوں نے اِس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے حکمران روزِ اول سے عالم کفر کے سامنے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔

مواحد حسین

معروف دانشور اور مسلم لیگ (ق) کے راہنما مواحد حسین نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ UNO کی سیکیورٹی کونسل کا رول یہ ہے کہ کشمیر کے متعلق بے شمار

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ سیمینار سے ڈاکٹر اسرار احمد، لیاقت بلوچ، زید حامد، حافظ عاکف سعید، مرزا ایوب بیگ، مواحد حسین اور مولانا عبدالرؤف فاروقی خطاب کر رہے ہیں

قراردادیں منظور ہوئیں، لیکن ان قراردادوں کا جو حشر ہوا وہ دنیا کے سامنے ہے۔ غزہ پر اسرائیلی حملہ جنیوا کنونشن کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ ہماری کمزوری نے دشمن کو طاقتور بنا دیا ہے۔ ہمیں غلامانہ ذہنیت ترک کر کے جرأت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ الحمدللہ، ہمارے عوام سمجھدار ہیں لیکن ہم بدقسمتی سے غلامانہ ذہنیت سے جان نہیں چھڑا سکے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ عوام باہر آ جائیں اور جرأت اور بہادری سے اپنا فکر اور موقف پیش کریں۔ عالم کفر کے مقابلے کے لیے ہمیں اپنا تھنک ٹینک اور مسلم فنڈ کا اجرا کرنا چاہیے، تاکہ ہم اپنے اجتماعی مسائل کا حل خود تلاش کر سکیں۔ عالم اسلام کے حوالے سے سلامتی کونسل کے ماضی کے کردار کے پیش نظر یہ طے کرنا ہوگا کہ ہم اپنے مسائل اپنے پلیٹ فارم پر حل کریں۔

انہوں نے کہا کہ اگرچہ عالم کفر اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے درپے ہے لیکن اگر ہم متحد ہو جائیں تو اکیسویں صدی اسلام کی صدی ہوگی۔

حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اقوام متحدہ کا اصل کردار غالب اقوام کے غلط اقدامات کی پردہ پوشی ہے۔ کشمیر کے حوالے سے بھارت سلامتی کونسل کی قراردادوں کی دھجیاں بکھیرتا رہا ہے اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی گئی جبکہ یہی معاملہ کسی مغلوب کی جانب سے ہوتا تو اس پر پابندیاں عائد کر دی جاتیں۔ اسی طرح مشرقی تیمور اور کشمیر کا معاملہ نوعیت کے اعتبار سے ایک ہے لیکن مشرقی تیمور کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے اقوام متحدہ کی پھرتیاں ساری دنیا کے سامنے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کا موجودہ جارحانہ رویہ ہمارے غیر مومنانہ اور بزدلانہ کردار کی وجہ سے ہے۔ ہمارے سابقہ اور موجودہ حکمرانوں نے مختلف مواقع پر جس بزدلی کا مظاہرہ کیا، اس کے نتیجے میں بھارت کا شیر ہونا لازمی تھا۔ لہٰذا ہمیں اپنے حکمرانوں اور یو این او سے بہتری کی کوئی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔

انہوں نے کہا کہ ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ دین حق کے قیام کے مشن کو بھول کر دنیا پرستی میں مبتلا ہونا ہے۔ اگر ہم آج بھی اللہ کی وفاداری اختیار کر لیں اور اپنے مشن کو پورا کرنے کا عزم کریں تو دنیا کی کوئی قوت ہم پر غالب نہیں آ سکتی۔

زید حامد

معروف دانشور اور تجزیہ نگار زید حامد نے حاضرین سے اپنے خطاب میں کہا کہ نائن الیون کے بعد امریکہ نے جو جنگ شروع کی وہ اصل میں تیسری عالمی جنگ ہے، جس کا مقصد یہودیوں کے دشمنوں کو کمزور کرنا ہے۔ یہود کے لیے اسلام بطور نظریہ اور پاکستان بطور ریاست سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ان کا اصل مقصد پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا ہے۔ ان حالات میں افسوسناک امر یہ ہے کہ موجودہ حکمران ملک و قوم کی آبرو کا سودا کر چکے ہیں، جبکہ میڈیا دشمن کے ففتھ کالم کا کردار ادا کر رہا ہے۔ ایک طرف عالمی میڈیا پاکستان کے ٹوٹنے کا پروپیگنڈا کر کے عوام کے حوصلے پست کر رہا ہے۔ دوسری طرف عوام کو آٹے، بجلی اور مہنگائی کے مسائل میں الجھا دیا گیا۔ لیکن ان سب کے باوجود ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے، ان شاء اللہ قیام پاکستان کے وقت جو قربانیاں دی گئیں، وہ ہرگز ضائع نہیں جائیں گی۔ پاکستان قائم رہنے کے لیے بنا ہے اور ان شاء اللہ قائم و دائم رہے گا۔ بھارت کسی نہ کسی بہانے سے جنگ ضرور مسلط کرے گا لیکن ہمیں اپنے بزرگوں کی جرأت کو سامنے رکھتے ہوئے مقابلہ کرنا ہوگا۔ اللہ کی مدد و نصرت سے فتح و کامرانی ہمارے ہی حصے میں آئے گی۔

لیاقت بلوچ

جماعت اسلامی پنجاب کے امیر لیاقت بلوچ نے اپنے خطاب میں کہا کہ عالم کفر کے پاس ایسا کوئی نظریہ نہیں کہ وہ دنیا کی قیادت کر سکیں، اسی لیے وہ اسلام اور مسلمانوں سے خوفزدہ ہیں۔ لہٰذا ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ حق غالب ہوگا اور باطل ذلیل و رسوا ہوگا۔

لیاقت بلوچ نے کہا کہ اقوام متحدہ امریکہ کا زرخرید ادارہ ہے۔ امریکہ جیسی استعماری طاقتوں کو ویٹو پاور دے کر اقوام متحدہ کو مظلوم اقوام کے ساتھ زیادتی کرنے والا ادارہ بنا دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہمیں عالمی استعمار کی غلامی سے نکل کر اپنے قدموں پر کھڑا ہونا چاہیے۔

انہوں نے کہا کہ اگر 1973ء کے دستور کو اس کی رُوح کے مطابق بروئے کار لایا جائے اور دینی قوتیں منظم ہو جائیں تو پاکستان کو عظیم قوت بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے صدارتی خطبے میں کہا کہ اسلام بطور مذہب پوری دُنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے، لیکن عالم کفر اسلام کو بطور دین برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ آج بھارت میں بھی نماز، روزے کی ادائیگی پر کوئی قدغن نہیں۔ لہٰذا ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم نے پاکستان کیوں حاصل کیا تھا؟ ہم نے یہ ملک اللہ سے اسلامی نظام کے قیام کے وعدے پر لیا تھا، لیکن پوری قوم نے وعدہ خلافی کی جس کی سزا کے طور پر پاکستان دولخت ہوگیا۔ ہم نے اس جھٹکے کے بعد بھی اپنا رُخ تبدیل نہیں کیا۔ چنانچہ اللہ نے ہمیں نفاق باہمی کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ اب بھی اگر ہم نے اپنی روش نہ بدلی تو ہو سکتا ہے ہمیں کوئی بڑا عذاب بھگتنا پڑے۔ انہوں نے کہا کہ یہودی گریٹر اسرائیل کے قیام اور مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل سلیمانی کی تعمیر میں اسلام اور مسلمانوں کو رکاوٹ سمجھتے ہیں، وہ اپنے پانچ نکاتی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے پاکستان کے ایٹمی دانت توڑ دینا چاہتے ہیں، تاکہ ان کے لیے کوئی خطرہ نہ رہے۔ اگر ہم توبہ کر کے اسلامی نظام کے قیام کا عزم کر لیں تو کیا عجب کہ اللہ ہمیں اصلاح کا موقع دے دے۔ توبہ کے لیے سب سے پہلے رذائل اخلاق سے معاشرے کو پاک کر کے فضائل اخلاق سے مزین کرنا ہوگا۔ شریعت پر جس حد تک ممکن ہو عمل کیا جائے اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے اپنا تن من دھن قربان کرنے کا تہیہ کیا جائے۔

بانی تنظیم اسلامی کی رقت آمیز دعا پر اس سیمینار کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے نمائندوں کی کثیر تعداد بھی قرآن آڈیٹوریم میں موجود تھی۔ پروگرام کے انعقاد میں جن رفقاء نے اپنا قیمتی وقت اور صلاحیتیں صرف کیں، اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ آمین!

توبہ کی منادی

اجتماعی جرائم کا ازالہ اجتماعی توبہ ہے
یعنی نظام خلافت راشدہ کا قیام

تنظیم اسلامی کا پیغام نظام خلافت کا قیام
042-6316638
042-6366638
www.tanzeem.org

توبہ: گناہوں پر ندامت

فرید اللہ مروت

انسان خطا کا پتلا ہے۔ بتقاضائے بشریت گناہ کا مرتکب ہو بیٹھتا ہے۔ جب احساس ہوتا ہے تو دل میں ندامت ہوتی ہے کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسی ندامت کا دوسرا نام توبہ ہے۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

((الندم امة توبة))

"ندامت توبہ ہے"

توبہ: قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ حلیم ہے اور غلطی پر پچھتانے کا موقع دیتے ہیں۔

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

"ہاں جو توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کر لیتے اور (احکام الٰہی کو) صاف صاف بیان کر دیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا (اور) رحم والا ہوں۔" (آیت: 160)

سورۃ مریم میں ارشاد ہوا:

"ہاں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور عمل نیک کیے تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔" (آیت: 60)

سورۃ الفرقان میں رب کریم نے اپنی رحمت و مہربانی کا تذکرہ بایں الفاظ فرمایا:

"مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے، اور جو توبہ کرتا ہے اور عمل نیک کرتا ہے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔" (آیات: 70، 71)

سورۃ الشوریٰ میں فرمایا:

"اور وہی تو ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور (ان کے) قصور معاف فرماتا ہے اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔" (الشوریٰ: 25)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا (پاک وصاف) ہو جاتا ہے جیسے اس نے کبھی گناہ ہی نہیں کیا۔ (مشکوۃ شریف)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اللہ کی، میں دن میں ستر بار استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔" (رواہ البخاری)

حضرت اغر مزنیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگو! اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو، میں دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتا ہوں (لہٰذا تمہیں تو بطریق اولیٰ چاہیے کہ ہر ساعت میں ہزار بار توبہ کرو)۔" (رواہ مسلم)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ رات میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے (اور میں اُسے بخش دوں) اور دن میں ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے (اور میں اُسے بخش دوں) یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے۔" (رواہ مسلم)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "جب بندہ (اپنے گناہ کا ندامت وشرمندگی کے ساتھ) اعتراف کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔" (متفق علیہ)

حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر انسان خطا کار ہے (سوائے انبیاء کرام کے) اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔" (رواہ الترمذی)

توبہ اور استغفار

"توبہ" کے معنی ہیں رجوع کرنا گناہوں سے طاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں: "(توبہ) گناہ کو فراموش کر دینا (ہے) یعنی توبہ کرنے کے بعد گناہ کی لذت کا احساس بھی دل سے اس طرح ختم ہو جائے گویا وہ جانتا ہی نہیں کہ گناہ کیا ہوتا ہے۔"

استغفار اور توبہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ استغفار کا تعلق زبان سے ہے کہ انسان اپنی زبان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے بخشش ومغفرت مانگتا ہے، جبکہ "توبہ" کا تعلق دل سے ہے۔ کسی گناہ پر ندامت اور شرمندگی کا اظہار کرنا اور دوبارہ اس گناہ میں ملوث نہ ہونے کا عہد کرنا۔

قبولیت توبہ کی علامات

توبہ کے صحیح اور قبول ہونے کے لیے چار علامتیں ضروری ہیں:

1۔ پچھلے گناہوں پر ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا دل میں پکا ارادہ ہو۔
2۔ اپنے دل میں کسی مومن کے خلاف کینہ نہ رکھے یعنی سب کو اللہ تعالیٰ کے لیے معاف کر دے۔
3۔ فاسق وفاجر لوگوں سے قلبی تعلق کو توڑے بلکہ علیحدگی اختیار کر لے۔
4۔ موت کی تیاری میں لگ جائے۔

ایسی توبہ کرنے والوں کے بارے میں لوگوں کو چاہیے کہ اس سے محبت کریں اس سے نفرت نہ کریں، اس کے لیے توبہ پر ثابت قدمی کی دعا کریں، گزشتہ گناہوں پر اس کو شرمندہ نہ کریں، نیک کام کرنے میں اس کے ساتھ تعاون کریں۔

سچی توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ بھی خصوصی انعامات سے نوازتے ہیں۔

1۔ اس کے گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔
2۔ آئندہ شیطان کے حملوں سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔
3۔ اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔
4۔ دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے اسے خوف سے امن کی خوشخبری سناتے ہیں۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہر بندے پر دو فرشتے نگران ہیں۔ دائیں جانب والا نیکی کا فرشتہ بائیں جانب والے یعنی برائی لکھنے والے فرشتہ پر نگران ہے۔ جب کوئی بندہ نیکی کرتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ فوراً لکھ لیتا ہے۔ لیکن جب وہ بندہ گناہ کرتا ہے تو بائیں جانب والا فرشتہ پوچھتا ہے کہ میں اسے لکھ لوں، دوسرا کہتا ہے کہ ابھی پانچ گناہ اکٹھے ہونے دو۔ جب پانچ اکٹھے ہو جاتے ہیں تو وہ ایک نیکی کر لیتا ہے۔ پس فرشتہ کہتا ہے کہ ایک نیکی دس کے برابر ہوتی ہے پس تم پانچ گناہ کے بدلے پانچ نیکیاں سمجھ لو بقیہ پانچ نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دو۔ اس پر شیطان چیختا ہے

کہ ابن آدم پر غلبہ پانا میرے بس کی بات نہیں ہے۔

سچی توبہ کرنے والوں کے دو واقعات

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نبی علیہ السلام کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر نکلا۔ راستے میں دیکھا کہ ایک عورت نقاب اوڑھے کھڑی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ مجھ سے بڑا گناہ ہو گیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے پوچھا تیرا گناہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے زنا کا ارتکاب کیا اور اس سے پیدا ہونے والے بچے کو بھی قتل کر دیا۔ میں نے کہا: تم خود بھی ہلاک ہو گئی اور ایک معصوم جان کو بھی قتل کر دیا، اللہ کی قسم! تیری توبہ قبول نہیں۔ یہ سن کر اس عورت نے چیخ ماری، گویا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ میں آگے چلا گیا۔ اپنے جی میں سوچا کہ جب نبی اکرم ﷺ موجود ہیں تو مجھے فتویٰ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ صبح ہوئی تو میں جلدی سے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! گزشتہ رات ایک عورت نے مجھ سے مسئلہ پوچھا اور میں نے اس کا یوں جواب دیا۔ یہ سن کر آپؐ نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: اے ابو ہریرہؓ! تو خود بھی ہلاک ہوا اور اسے بھی ہلاک کیا۔ کیا تجھے یہ آیت معلوم نہ تھی: ”نہیں قتل کرتے وہ کسی ایسی جان کو کہ اللہ نے حرام کیا ہے اسے مگر حق کے ساتھ اور نہ بدکاری کرتے ہیں اور جو یہ کام کرے گا وہ بڑے گناہ میں مبتلا ہوگا، قیامت کے دن اس کے لیے دوہرا عذاب ہے اور وہ ہمیشہ کے لیے اس میں خوار ہوتے رہیں گے۔ مگر جس نے توبہ کی، ایمان لایا اور نیک عمل کیے اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“ (الفرقان 68 تا 70)

☆ ایک مرتبہ سفیان ثوریؒ سوئے ہوئے تھے۔ ان کو خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اور فرمایا گیا کہ تمہارے پڑوسی کا جنازہ تیار ہے۔ تم جا کر اس کا جنازہ پڑھو۔ سفیان ثوریؒ جانتے تھے کہ ان کا پڑوسی شرابی آدمی تھا۔ اب وہ اٹھ بیٹھے، لیکن بڑے حیران تھے کہ اس پڑوسی کے بارے میں مجھے خواب میں فرمایا گیا کہ جاؤ اس کی نماز جنازہ پڑھ کے آؤ۔ پھر ان کے دل میں خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی وجہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کے اہل خانہ سے پچھوایا کہ اس کو موت کس حال میں آئی۔ انہوں نے جواب دیا، یہ ایک غافل سا بندہ تھا لیکن موت کے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ اللہ تعالیٰ سے یوں فریاد کر رہا تھا: ”اے دنیا و آخرت کے مالک! اس شخص پر رحم فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے نہ آخرت ہے۔“ اس عاجزی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا۔

ہمارا پروردگار اتنا کریم ہے کہ وہ معافی مانگنے والے بندے کی معافی کی درخواست قبول کر لیتا ہے۔ اس لیے میرے دوستو! ابھی آنکھیں سلامت ہیں، اپنے گناہوں پر آنسو بہا لیجیے۔ ابھی زبان سلامت ہے، اپنے رب سے معافی مانگ لیجیے۔ مرنے سے پہلے پہلے اپنے رب کو منا لیجیے۔ وہ پروردگار بڑا کریم ہے۔ جب اس کا کوئی بندہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اپنے رب کے در پر آ کر اپنے رب کے ساتھ صلح کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہو جاتے ہیں، اسی لیے پروردگار نے فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (التحریم: 8)

”اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کر لو۔“

قرآن مجید کی اس آیت کو سامنے رکھتے ہوئے آج اپنے گزرے ہوئے گناہوں پر نادم و شرمندہ ہو کر سچی توبہ کے ساتھ اپنے رب کو منا لیجیے، اور اپنی زندگی کو شریعت کے سانچے میں ڈھال لیجیے۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرا در نہیں جہاں ہم جا کر معافی مانگیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم پر رحم فرمائے۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور ہماری عاجزی کو قبول فرما کر ہمیں بھی اپنے مقبول بندوں میں شامل فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

آہِ سحرگاہی

داعی دین کے لیے تہجد کی ضرورت واہمیت

شفیق بیگ چغتائی

دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے لیے انتہائی ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنی اُن ذمہ داریوں سے ہمہ وقت، کماحقہٗ آگاہ رہیں، جو انہیں ہر حال میں ادا کرنی ہیں اور ساتھ ہی ان کی ادائیگی کے جتنے بھی احسن طریقے ہیں اختیار کرنے چاہئیں، لیکن ان سب کے باوجود اپنی بے بسی اور ناتوانی کا اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر اعتراف کرنا سب سے پہلا کام ہے۔ اسی کے لیے گوشۂ تنہائی درکار ہے۔ سورۂ مزمل کی ابتدائی آیات داعیانہ کردار سازی کے لیے ایک لائحہ عمل کا درجہ رکھتی ہیں، ایسے لوگوں کے لیے ایک ایسے ہی راہِ عمل کا تعین کرتی ہیں جس کا ہر سنگِ میل درخشاں اور ہر منزل مینارۂ نور دکھائی دیتی ہے۔ اس میں راہِ حق کی کٹھنائیوں کا ذکر بھی ہے اور انہیں سر کرنے کا ایک سے بڑھ کر ایک انوکھا نورانی انداز بھی۔ داعیانہ کردار کو اوجِ کمال سے ہمکنار کرنے کا نسخۂ کیمیا بھی ہے اور داعی کے لیے حصولِ زادِ سفر کا قرینہ بھی۔ داعی کے لیے اہداف کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے اور ان تک رسائی کا طریقہ کار بھی واضح کر دیا گیا ہے۔ ”عزم الامور“ ادا کرنے والوں کو شب خیزی سے مشروط کر دیا گیا ہے۔

داعی کے لیے تہجد کیوں ضروری ہے؟ یہ ایک ایسا عجیب سوال ہے جیسے کوئی پوچھ رہا ہو کہ بھائی سپاہی کے لیے ٹریننگ کیوں ضروری ہے؟ جواب بالکل آسان ہے، چونکہ سپاہی نے ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنی ہے، اس لیے اس کی تربیت انتہائی لازمی ہے۔ جیسے بغیر پیشہ وارانہ تربیت، کوئی سپاہی دشمن کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے، اسی طرح اگر داعی نفس امارہ کے ساتھ ساتھ معاشرتی بگاڑ کے ساتھ چومکھی لڑائی لڑنے کا ماہر نہ ہو تو وہ اچھا داعی کیا، اچھا مسلمان بننے کا اہل نہیں رہتا۔ داعیانہ حیات کے لیے تہجد آکسیجن کا سا درجہ رکھتی ہے۔ بلکہ جب تک جہانِ آگہی میں آہِ نیم شبی کی برکات شامل نہ ہوں داعی الی الحق اپنے اصل مقام کو حاصل نہیں کر سکتا، جو ہر حال میں مطلوب ہے۔ تعلق مع اللہ جیسے جیسے مضبوط ہوتا جائے گا، اس کی راہیں آسان تر ہوتی جائیں گی۔ اس لیے داعی کو ہر قدم پر اپنے سفر، زادِ سفر اور عزمِ سفر کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے۔ اپنی ہی جائزہ رپورٹ اپنے ہی روبرو پیش کرنا اور پھر اپنی کوتاہیوں پر خود کو ڈانٹ پلاتے رہنا چاہیے۔ اپنے من میں ڈوب کر اصل زندگی کا سراغ لگانا ضروری ہے۔ اپنی داعیانہ کاوشوں، ہمتوں اور جراتوں کی عاجزانہ رپورٹ آہِ سحرگاہی کی خوشبوؤں کے جلو میں رب کارساز کے حضور پیش کر کے دعا کرنا اور پھر نتیجہ اسی پر چھوڑ دینا عادت بنا لینا چاہیے۔ یقین ہے کہ یہی طرزِ عجز و نیاز ہے

جسے اپنانے پر داعی اور تہجد کا تعلق گہرا ہوتا چلا جائے گا۔ یہی لمحات ہوتے ہیں جن میں مقصودِ زندگی کا شعور ابھرتا اور اس کے تقاضوں کو بروئے کار لانے کی آگہی اور بصیرت دلوں میں پھولوں کی طرح مہکنے لگتی ہے۔ اور یہی مہک اسے کشاں کشاں منزل کی جانب رواں رکھتی ...... اور آگے سے آگے بڑھنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ داعی کو اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے جس یکسوئی، صبر اور استقامت کی ضرورت ہے، وہ قیام الیل کے بغیر ناممکن ہے۔ جس نوع اور درجے کا ایمان حقیقی درکار ہے وہ "بے آہِ سحرگاہی" کیسے ممکن ہے۔ اس کی خلوت گزینی میں ایسے مراحل بھی آتے ہیں جن کی دریافت پر وہ خود بھی ششدر رہ جاتا ہے۔ وہی "دریافت" اس کے لیے اصل حیات کا درجہ رکھتی ہے۔ ایسی قیمتی چیزوں کو خالق ارض وسماء نے لازماً قیام الیل کی محنت طلب پنہائیوں رکھا ہوتا ہے ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے

قرآن عزیز کہتا ہے:

"اُن کے پہلو (رات کو) بستروں سے جدا رہتے ہیں۔ وہ خوف و امید کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (السجدہ:16)

داعی اور تہجد کے مابین تعلق کو سمجھنے کے لیے یہ حقیقت بھی ہمیشہ روبرو رہنی چاہیے کہ ایک داعی اور عام مسلمان میں فرق ہے، دونوں کے فرائض اور دائرہ کار میں تفاوت ہے۔ ایک کا کام دوسرے کے مقابلے میں مشکل تر ہے۔ داعی کے لیے نفس کو ہر وقت کچلتے رہنے کا ڈھنگ سیکھنا لازمی اور اول شرط ہے، کیونکہ اسے بھاری ذمہ داری کو ادا کرنا ہوتا ہے (سورۃ المزمل)۔ ایسے عزم الامور کو بخیر و خوبی ادا کرنے والے مومن اور عام مسلمان کے درمیان فرق کو ایک مثال کے ذریعے آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ میں بحری فوج میں ملازمت کے دوران ایک جزیرے پر زیر تربیت تھا۔ ہمیں صبح کی اذان سے کم از کم چالیس منٹ پہلے جگا دیا جاتا تھا کہ ہم گراؤنڈ میں آ کر اپنی صبح کی ورزشیں مکمل کر کے باجماعت نماز بھی ادا کرلیں۔ یہ روزانہ کا معمول تھا۔ جب ہم اپنی ان ورزشوں کے لیے جمع ہو رہے ہوتے، ہم دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اس وقت گوریلا ٹریننگ حاصل کرنے والوں کی مشقوں کا وقت ختم ہو رہا ہوتا تھا۔ وہ سمندر کی گہرائیوں، لہروں اور گردابوں سے نبرد آزما ہو کر تھکے ماندے واپس آ رہے ہوتے، ہر روز ایک نئے طوفان سے پنجہ آزمائی کر کے نئی توانائی حاصل کر کے۔ آکسیجن کے سلنڈر پشت پر تھامے، فاتحانہ شان سے لوٹ رہے ہوتے۔ سپاہی تو میں بھی تھا، لیکن اپنے ایک دوست کا شعر گنگناتا رہ جاتا

وہ کہ گہرے پانیوں میں برسرِپیکار ہیں
اور ہم ساحل پہ لرزاں، حوصلوں کی بات ہے

ایک عام مسلمان اور داعی کی محنت، ہمت اور حوصلوں میں اتنا ہی فرق ہوتا ہے جتنا اُس باہمت سپیشل فورس کے گوریلے اور ہمارے درمیان۔ وہ کسی فوج کا اصل سرمایہ ہوتے ہیں۔ اس فورس کا ایک ایک بندہ دشمن کے پورے بحری جہاز کو غرق کر دینے کا اہل ہوتا ہے۔ اسی لیے جہاں ان کی تربیت کے دوران انہیں ایسے سخت مراحل سے گزارا جاتا ہے وہیں ان کی سہولیات عام جوان سے کہیں زیادہ ہوتی ہیں۔ داعیانہ کردار کی تشکیل ایسے ہی مراحل کی متقاضی ہے۔

داعی جانتا ہے کہ داعیانہ منہج میں اسے اپنی ذات کی اصلاح اور تزکیہ ہر کام پر مقدم رکھنا ہے، پھر دعوت کے اس مقدس کام کو کیسے اجالنا اور نکھارنا ہے، اس راستے کے اوہام و وساوس کے کانٹوں سے کیسے دامن بچانا ہے۔ وہ اپنی ذات کے "خول"

خود پسندی سے خود پرستی تک
آ گئے لوگ کتنی پستی تک

سے باہر آ کر معاشرے کی خدمت کرتا ہے۔ وہ حصولِ رضائے الٰہی کی ایسی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے جو اسے کسی پل مقصد سے دور نہیں جانے دیتی۔ وہ نور کی ایک ڈوری سے بندھا رہتا ہے، جس کا دوسرا سرا دستِ قدرت نے اپنے ہاں میں رکھا ہوتا ہے۔ وہ راتوں کا راہب اور دنوں کا شہسوار بن کر جیتا ہے۔ آہِ سحرگاہی کی شبنم پلکوں پر تولتا ہوا اپنے رحمٰن و رحیم کے حضور سجدہ ریز رہتا ہے:

"وہ رات کو بہت کم سوتے ہیں اور سحر کے اوقات میں استغفار کرتے ہیں۔" (الذاریات:17,18)

امام رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وہ لوگ تہجد گزار اور انتہائی محنت کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اُن کے نیک اعمال زیادہ سے زیادہ ہوں اور اخلاص والے ہوں اور اپنی کوتاہیوں پر استغفار بھی کرتے ہیں۔ باوقار سخی لوگوں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔ وہ عبادت کا ہر پہلو اختیار کرتے ہیں مگر پھر بھی کم سمجھتے ہیں اور اپنی کوتاہی پر معذرت خواہ ہوتے ہیں۔ جبکہ گھٹیا قسم کے لوگ تھوڑا سامان کرتے ہیں اور اسے بہت سمجھتے ہیں، پھر اس پر احسان بھی جتلاتے ہیں"۔

داعیانہ روش چونکہ پیغمبرانہ روش سے متصف ہوتی ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہو کہ ایسا گوہر بغیر کسی محنت کے ہاتھ آ جائے۔ راتوں کو جاگ کر نفس کو کچلے بغیر "عنقا کے آشیانوں" تک دسترس ہر کس و ناکس کے بس میں کہاں۔

"جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں" کا مصداق، راہِ حق کا یہ مسافر تعلق مع اللہ کو اپنا اصل سرمایہ سمجھتا ہے۔ داعی اپنے رستے کے ہر گردابِ بلا سے حوصلہ مندی کے ساتھ نبرد آزما رہتا اور فتح یاب ہوتا ہے۔ تبھی تو اپنے دن بھر کی عاجزانہ رپورٹ اپنے کریم اللہ کے حضور پیش کرنے رات کو کھڑا رہتا ہے۔ یہی اس کی تربیت کا خوبصورت مرحلہ ہوتا ہے بے آہِ سحرگاہی نہ تو کوئی فریدالدین عطار بن سکا ہے اور نہ فخرالدین رازی۔

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحرگاہی

مسلم امہ جوں جوں انحطاط کا شکار ہوتی چلی گئی، عبادات کا جامع تصور نظروں سے اوجھل ہوتا گیا، جوانوں کی آہِ سحرگاہی قصۂ پارینہ بن گئی۔ جہاں حج اور نماز جیسی خوبصورت فرض عبادتوں کو بڑھاپے سے جوڑ دیا گیا ہو، وہاں تہجد جیسی محنت طلب عبادت کو جوانوں میں کس طرح رواج دیا جاسکتا ہے۔ داعی کو ہر لحظہ یہ حدیث بھی سامنے رکھنی چاہیے تاکہ اپنی کم مائیگی کا احساس دل میں جاگزیں رہے۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں: اللہ کے نبیؐ رات کو اس قدر قیام کرتے کہ آپؐ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے، تو میں آپؐ سے عرض کرتی "اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، جبکہ آپ کی اگلی پچھلی کوتاہیوں سے درگزر کر دیا گیا ہے۔ تو آپ فرماتے: "کیا میں (اللہ کا) شکرگزار بندہ نہ بنوں۔" (رواہ البخاری)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ سرحد جنوبی کے مبتدی رفیق محمد اقبال اعوان کے والد وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی جہلم کے ناظم تربیت ساجد سہیل کے والد انتقال کر گئے

☆ تنظیم اسلامی جہلم کے رفیق محمد عارف کے والد وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ رفقاء و احباب اور قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تنظیمی اطلاع

مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 4 دسمبر 2008ء میں مشورہ کے بعد امیر محترم نے کراچی کے لیے جناب محمد سمیع کو نائب ناظم نشر و اشاعت مقرر کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

شہر میں ایک چراغ تھا، نہ رہا

سردار اعوان مرحوم کی وفات ہمیں وہ بات یاد دلاتی ہے
جو حضرت عمر فاروقؓ کی مہر پر کندہ تھی: عمر! نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے

ابوریان چیمہ

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے دیرینہ ساتھی اور معتمد ذاتی سردار اعوان 2 محرم الحرام 1430ھ بمطابق یکم جنوری 2009ء کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون o مرحوم تنظیم اسلامی کے بزرگ رفیق تھے۔ وہ 3 اپریل 1937ء کو سرگودھا کے گاؤں سلانوالی میں پیدا ہوئے۔ ایک فعال اور بھرپور تحریکی زندگی گزاری۔ 1986ء میں قرآن اکیڈمی، لاہور سے منسلک ہوئے۔ وہ ہفت روزہ ندائے خلافت کے ادارہ تحریر میں بھی شامل تھے۔ ندائے خلافت کے انگلش سیکشن کے لیے مضامین کا انتخاب اور ترجمہ کا کام انہی کے ذمہ تھا، جسے وہ پوری لگن اور تندی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ اُن کی وفات ذاتی طور پر میرے لئے، کارکنان ندائے خلافت، اور اُن کے جملہ احباب کے لیے ایک ایسا سانحہ ہے، جسے مدتوں نہ بھلایا جا سکے گا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اُن کی وفات سے اُن کے رفقاء واحباب ایک نہایت مخلص، مونس، غمخوار اور درد دل رکھنے والے ساتھی سے محروم ہو گئے ہیں۔ اُن کا اُٹھ جانا ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ لذتوں کو توڑنے والی کو یاد کریں۔ اس سانحہ پر مجھے وہ بات یاد آ رہی ہے جو اگر فی الواقع ہمارے دلوں میں بیٹھ جائے تو ہماری زندگی کا رُخ یکسر تبدیل ہو جائے۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق ؓ کی مہر پر کندہ تھا: ”عمر! نصیحت کے لیے موت ہی کافی ہے۔“

بلاشبہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے کسی کو مفر نہیں، ”ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔“ (آل عمران: 185) موت اپنے وقت مقررہ سے ایک لمحہ آگے ہو سکتی ہے اور نہ پیچھے۔ قرآن نے واضح کیا کہ ”پس جب وہ وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ وہ پیچھے رہ سکتے ہیں، نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔“

مرنا تو ہر انسان کو ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے پر زندگی کرے۔ محترم سردار اعوان کی زندگی اِس حقیقت کا عملی مظہر تھی۔ پابند شریعت زندگی کا جو نقشہ بنتا ہے، وہ اسی کا پرتو تھے۔ اسلام مومنانہ زندگی کے جو خدوخال بتاتا ہے، اُن کا حاصل یہ ہے کہ

☆ انسان اللہ کی ذات سے ڈرے اور اُس کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچائے۔ قرآن حکیم میں یہی حکم دیا گیا ہے: ”اے اہل ایمان: اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا۔“ (آل عمران:152)

☆ انسان ایسی زندگی بسر کرے جو اس کے لیے آخرت میں توشہ ثابت ہو۔ اُسے اِس حیات مستعار کے دوران ہر لمحہ یہ فکر دامن گیر ہونی چاہیے کہ کہیں یہ زندگی اس دن پچھتاوے کا سبب نہ ہو۔ جیسا کہ اُس دن بعض انسان کہیں گے: ”ہائے ہائے: اِس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں کی۔“ (الزمر:56)

☆ اس زندگی میں انسان ایک طرف تو خالق کائنات کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو بخوبی نبھائے، دوسری طرف وہ انسانوں کے ساتھ بھی اپنے معاملات کو درست رکھے، ان کے حقوق کی ادائیگی کرے، خواہ دوسرے انسان اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کیوں نہ کریں۔ ایک طرف انسان حلال روزی کمائے، اپنے مالی معاملات کو درست رکھے، اِس بات کا خیال رکھے اس کی روزی میں حرام کی آمیزش نہ ہو۔ اور وہ ایسا روزگار اختیار کرے جس میں حرام کا شائبہ نہ ہو، تو دوسری طرف صاحب استطاعت ہونے کی صورت میں اپنے کمائے ہوئے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرے اور صدقات و خیرات دے اور یوں دکھی انسانیت کے دکھ درد میں شریک ہو۔

☆ ایک مسلمان کی زندگی کا ایک اہم باب یہ ہے کہ وہ طاغوت اور باطل نظام کے خلاف مسلسل جدوجہد کرے، تا کہ غلبۂ دین کی منزل قریب آ سکے۔ اس بات کا بہت کم مسلمانوں کو احساس ہے، جبکہ قرآن حکیم میں اس جدوجہد کے بارے میں مختلف اسالیب میں سمجھایا گیا ہے۔ سورۃ الحج میں فرمایا: ”اور اللہ تعالیٰ (کی راہ) میں جہاد کرو، جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔“ (آیت:78)

☆ ایمانی زندگی کے تقاضوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان خوددار رہے۔ یہی انسان کی عظمت ہے اور یہی اس کے اشرف المخلوقات ہونے کا راز ہے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور!

☆ اسلام صرف فرائض وحقوق ہی کی بات نہیں کرتا، بلکہ وہ فضائل اخلاق سے مزین ہونے اور رذائل اخلاق سے بچنے کی بھی تلقین کرتا ہے۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق سب سے اچھا انسان وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ نبی کریمؐ نے ایک اور موقع پر فرمایا: ”مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔“ ان مکارم اخلاق میں سے ایک اہم صفت یہ ہے کہ انسان دھیمے انداز میں گفتگو کرے، اور اونچی آواز سے پرہیز کرے، جیسے قرآن حکیم میں وارد ہوا ہے: ”اور بولتے وقت اپنی آواز پست رکھو۔“

☆ ایمانی زندگی کا اولین تقاضا یہ ہے کہ انسان کا باطن تقویٰ سے آراستہ ہو۔ اِس کے ساتھ ساتھ ظاہری طور پر بھی وہ خوبصورت اور صاف ستھرا لباس زیب تن کرے، کہ لباس کا ایک مقصد زینت بھی ہے۔

وہ تمام باتیں جو اوپر بیان کی گئی ہیں ان کی ایک خوبصورت جھلک مرحوم سردار اعوان کی شخصیت میں دکھائی دیتی ہے۔

شہر میں ایک چراغ تھا، نہ رہا
ایک عالی دماغ تھا، نہ رہا

موصوف کے رحلت فرمانے سے ماحول میں خزاں کی سی اداسی چھا گئی ہے۔ بلاشبہ یہ اُن کے پسماندگان اور رفقاء واحباب کے لیے یہ بہت بڑا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق دے۔ صبر ہی اہل ایمان کا شیوہ ہے: قرآن عزیز کہتا ہے:

”اور صبر کرنے والوں کو (اللہ تعالیٰ کی خوشنودی) کی بشارت سنا دو۔ ایسے لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ (البقرہ:156،155)

مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ اور تین بیٹیاں (شادی شدہ) چھوڑی ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی خطاؤں سے درگزر فرمائے، اُن کی قبر وحشر کی منزلوں کو آسان فرمائے، اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

اصل سکندر اعظم

جاوید چودھری

سکندر اعظم کون تھا، مقدونیہ کا الیگزینڈر یا تاریخ اسلام کے حضرت عمر فاروق ؓ؟ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب دینا دنیا بھر کے مؤرخین پر فرض ہے۔ آج "ایس ایم ایس" کا دور ہے، موبائل کا میسجنگ سسٹم چند سیکنڈ میں خیالات کو دنیا کے دوسرے کونے میں پہنچا دیتا ہے۔ جدید دور کی اس سہولت سے اب قارئین اور ناظرین بھی بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔ گزشتہ روز کسی صاحب نے پیغام بھجوایا "کاش آپ نے آج حضرت عمر فاروق ؓ پر کالم لکھا ہوتا" یہ پیغام پڑھتے ہی یاد آیا آج تو حضرت عمر فاروق ؓ کا یوم شہادت تھا اور میں اس وقت سے سوچ رہا ہوں، مقدونیہ کا الیگزینڈر سکندر اعظم تھا یا حضرت عمر فاروق ؓ۔

ہم نے بچپن میں پڑھا تھا، مقدونیہ کا الیگزینڈر بیس سال کی عمر میں بادشاہ بنا۔ 23 سال کی عمر میں مقدونیہ سے نکلا، اس نے سب سے پہلے پورا یونان فتح کیا۔ اس کے بعد وہ ترکی میں داخل ہوا۔ پھر ایران کے دارا کو شکست دی۔ پھر وہ شام پہنچا، پھر اس نے یروشلم اور بابل کا رخ کیا۔ پھر وہ مصر پہنچا۔ پھر وہ ہندوستان آیا، ہندوستان میں اس نے پورس سے جنگ لڑی۔ اپنے عزیز از جان گھوڑے کی یاد میں پھالیہ شہر آباد کیا۔ مکران سے ہوتا ہوا واپسی کا سفر شروع کیا۔ راستے میں ٹائیفائیڈ میں مبتلا ہوا اور 323 قبل مسیح میں 33 سال کی عمر میں بخت نصر کے محل میں انتقال کر دیا، دنیا کو آج تک بتایا گیا وہ انسانی تاریخ کا عظیم جرنیل، فاتح اور بادشاہ تھا اور تاریخ نے اس کے کارناموں کی وجہ سے اسے الیگزینڈر دی گریٹ کا نام دیا اور ہم نے اسے سکندر اعظم یعنی بادشاہوں کا بادشاہ بنا دیا لیکن آج اکیسویں صدی کے نویں سال کے پہلے دن میں پوری دنیا کے مؤرخین کے سامنے یہ سوال رکھتا ہوں، کیا حضرت عمر فاروق ؓ کے ہوتے ہوئے الیگزینڈر کو سکندر اعظم کہلانے کا حق حاصل ہے؟ میں دنیا بھر کے مؤرخین کو سکندر اعظم اور حضرت عمر فاروق ؓ کی فتوحات اور کارناموں کے موازنے کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ بھی سوچئے! الیگزینڈر بادشاہ کا بیٹا تھا۔ اسے دنیا کے بہترین لوگوں نے گھڑ سواری سکھائی۔ اسے ارسطو جیسے استادوں کی صحبت ملی تھی اور جب وہ بیس سال کا ہو گیا تو اسے تخت اور تاج پیش کر دیا گیا، جبکہ اس کے مقابلے میں حضرت عمر فاروق ؓ کی سات پشتوں میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا تھا۔ آپ ؓ بھیڑ بکریاں اور اونٹ چراتے چراتے بڑے ہوئے تھے اور آپ ؓ نے تلوار بازی اور تیر اندازی بھی کسی اکیڈمی سے نہیں سیکھی تھی۔ سکندر اعظم نے آرگنائزڈ آرمی کے ساتھ دس برسوں میں 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا

حضرت عمر فاروق ؓ فرماتے تھے: ظالم کو معاف کر دینا مظلوموں پر ظلم ہے اور آپ ؓ کا یہ فقرہ آج انسانی حقوق کے چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے "مائیں بچوں کو آزاد پیدا کرتی ہیں، تم نے انہیں کب سے غلام بنا لیا؟

جبکہ حضرت عمر فاروق ؓ نے دس برسوں میں آرگنائزڈ آرمی کے بغیر 22 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا اور اس میں روم اور ایران کی دو سپر پاورز بھی شامل تھیں۔ آج کے سیٹلائٹ، میزائل اور آبدوز کے دور میں بھی دنیا کے کسی حکمران کے پاس اتنی بڑی سلطنت نہیں جو حضرت عمر فاروق ؓ نے نہ صرف گھوڑوں کی پیٹھ پر فتح کرائی تھی بلکہ اس کا انتظام و انصرام بھی چلایا تھا۔ الیگزینڈر نے فتوحات کے دوران اپنے بے شمار جرنیل قتل کرائے۔ بے شمار جرنیلوں اور جوانوں نے اس کا ساتھ چھوڑا۔ اس کے خلاف بغاوتیں بھی ہوئیں اور ہندوستان میں اس کی فوج نے آگے بڑھنے سے انکار بھی کر دیا لیکن حضرت عمر فاروق ؓ کے کسی ساتھی کو ان کے حکم سے سرتابی کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ ایسے کمانڈر تھے کہ آپ نے عین میدان جنگ میں عالم اسلام کے سب سے بڑے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید ؓ کو معزول کر دیا اور کسی کو یہ حکم ٹالنے کی جرأت نہ ہوئی، آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کو کوفے کی گورنری سے ہٹا دیا۔ آپ ؓ نے حضرت عمرو بن العاص ؓ کا مال ضبط کر لیا اور آپ ؓ نے حمص کے گورنر کو واپس بلا کر اونٹ چرانے پر لگا دیا لیکن کسی کو حکم عدولی کی جرأت نہ ہوئی۔

الیگزینڈر نے 17 لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح کیا لیکن دنیا کو کوئی نظام، کوئی سسٹم نہ دے سکا جبکہ حضرت عمر فاروق ؓ نے دنیا کو ایسے سسٹم دیئے جو آج تک پوری دنیا میں رائج ہیں۔ آپ ؓ نے اذان فجر میں الصلوۃ خیر من النوم کا اضافہ کرایا۔ آپ ؓ کے عہد میں نماز تراویح کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہوا۔ آپ ؓ نے شراب نوشی کی سزا مقرر کی، سن ہجری کا اجراء کیا، جیل کا تصور دیا، مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں، مسجدوں میں روشنی کا بندوبست کرایا، پولیس کا محکمہ بنایا ایک مکمل عدالتی نظام کی بنیاد رکھی، آب پاشی کا نظام قائم کرایا، فوجی چھاؤنیاں بنوائیں اور فوج کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔ آپ ؓ نے دنیا میں پہلی بار دودھ پیتے بچوں، معذوروں، بیواؤں اور بے آسراؤں کے وظائف مقرر کئے۔ آپ ؓ نے دنیا میں پہلی بار حکمرانوں، سرکاری عہدیداروں اور والیوں کے اثاثے ڈکلیئر کرنے کا تصور دیا۔ آپ ؓ نے بے انصافی کرنے والے ججوں کو سزا دینے کا سلسلہ بھی شروع کیا اور آپ ؓ نے دنیا میں پہلی بار حکمران کلاس کی اکاؤنٹیبلٹی شروع کی۔ آپ ؓ راتوں کو تجارتی قافلوں کی چوکیداری کرتے تھے۔ آپ ؓ فرمایا کرتے تھے جو حکمران عدل کرتے ہیں وہ راتوں کو بے خوف سوتے ہیں۔ آپ ؓ کا فرمان تھا "قوم کا سردار قوم کا سچا خادم ہوتا ہے"۔ آپ ؓ کی مہر پر لکھا تھا "عمر! نصیحت کے لئے موت ہی کافی ہے"۔ آپ ؓ کے دستر خوان پر کبھی دو سالن نہیں رکھے گئے۔ آپ ؓ زمین پر سر کے نیچے اینٹ رکھ کر سو جاتے تھے۔ آپ ؓ سفر کے دوران جہاں نیند آ جاتی تھی، کسی درخت پر چادر تان کر سایہ کرتے تھے اور سو جاتے تھے اور رات کو ننگی زمین پر دراز ہو جاتے تھے۔ آپ ؓ کے کرتے پر چودہ پیوند تھے اور ان پیوندوں میں ایک سرخ چمڑے کا پیوند بھی تھا۔ آپ ؓ موٹا کھردرا کپڑا پہنتے تھے۔ آپ ؓ کو نرم اور باریک کپڑے سے نفرت تھی۔ آپ ؓ کسی کو جب سرکاری عہدے پر فائز کرتے تھے تو اس کے اثاثوں کا تخمینہ لگوا کر اپنے پاس رکھ لیتے تھے اور اگر سرکاری عہدے کے دوران

اس کے اثاثوں میں اضافہ ہو جاتا تو آپؓ اس کی اکاؤنٹیبلٹی کرتے تھے۔ آپؓ جب کسی کو گورنر بناتے تو اسے یہ نصیحت فرماتے تھے کہ کبھی ترکی گھوڑے پر نہ بیٹھنا، باریک کپڑے نہ پہننا، چھنا ہوا آٹا نہ کھانا، دربان نہ رکھنا اور کسی فریادی پر دروازہ بند نہ کرنا۔ آپؓ فرماتے تھے: ظالم کو معاف کر دینا مظلوموں پر ظلم ہے اور آپؓ کا یہ فقرہ آج انسانی حقوق کے چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے ”مائیں بچوں کو آزاد پیدا کرتی ہیں، تم نے انہیں کب سے غلام بنا لیا؟“۔ فرمایا، میں اکثر سوچتا ہوں اور حیران ہوتا ہوں ”عمرؓ بدل کیسے گیا“۔ آپؓ اسلامی دنیا کے پہلے خلیفہ تھے جنہیں ”امیر المومنین“ کا خطاب دیا گیا۔ دنیا کے تمام مذاہب کی کوئی نہ کوئی خصوصیت ہے۔ اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت عدل ہے اور حضرت عمر فاروقؓ وہ شخصیت ہیں جو اس خصوصیت پر پورا اترتے ہیں۔ آپؓ کے عدل کی وجہ سے عدل دنیا میں عدلِ فاروقیؓ ہو گیا۔ آپؓ شہادت کے وقت مقروض تھے۔ چنانچہ آپؓ کی وصیت کے مطابق آپؓ کا واحد مکان بیچ کر آپؓ کا قرض ادا کر دیا گیا اور آپؓ دنیا کے واحد حکمران تھے جو فرمایا کرتے تھے، میرے دور میں اگر فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو اس کی سزا عمر (حضرت عمر فاروقؓ) کو بھگتنا ہوگی۔ آپؓ کے عدل کی یہ حالت تھی کہ جب آپؓ کا انتقال ہوا تو آپؓ کی سلطنت کے دور دراز علاقے کا ایک چرواہا بھاگتا ہوا آیا اور چیخ کر بولا ”لوگو! حضرت عمرؓ کا انتقال ہو گیا۔“ لوگوں نے حیرت سے پوچھا: ”تم مدینہ سے ہزاروں میل دور جنگل میں ہو، تمہیں اس سانحے کی اطلاع کس نے دی؟“ چرواہا بولا ”جب تک حضرت عمر فاروقؓ زندہ تھے میری بھیڑیں جنگل میں بے خوف پھرتی تھیں اور کوئی درندہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا لیکن آج پہلی بار ایک بھیڑیا میری بھیڑ کا بچہ اٹھا کر لے گیا۔ میں نے بھیڑیے کی جرأت سے جان لیا، آج دنیا میں حضرت عمر فاروقؓ موجود نہیں ہیں۔“

میں دنیا بھر کے مؤرخین کو دعوت دیتا ہوں، وہ الیگزینڈر کو حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے رکھ کر دیکھیں، انہیں الیگزینڈر حضرت عمر فاروقؓ کے حضور پہاڑ کے سامنے کنکر دکھائی دے گا، کیونکہ الیگزینڈر کی بنائی سلطنت اس کی وفات کے پانچ سال بعد ختم ہو گئی جبکہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور میں جس جس خطے میں اسلام کا جھنڈا بھجوایا، وہاں سے آج بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدائیں آتی ہیں۔ وہاں آج بھی لوگ حضرت عمر فاروقؓ کے اللہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ دنیا میں الیگزینڈر کا نام صرف کتابوں میں سمٹ کر رہ گیا ہے جبکہ حضرت عمر فاروقؓ کے بنائے نظامِ دنیا کے 245 ممالک میں آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں۔ آج بھی جب کسی ڈاک خانے سے کوئی خط نکلتا ہے، پولیس کا کوئی سپاہی وردی پہنتا ہے، کوئی فوجی جوان چار ماہ بعد چھٹی پر جاتا ہے یا پھر حکومت کسی بچے، معذور، بیوہ یا بے آسرا شخص کو وظیفہ دیتی ہے تو وہ معاشرہ، وہ سوسائٹی بے اختیار حضرت عمر فاروقؓ کو گریٹ تسلیم کرتی ہے، وہ انہیں تاریخ کا سب سے بڑا سکندر مان لیتی ہے، ماسوائے ان مسلمانوں کے جو آج احساس کمتری کے شدید احساس میں کلمہ تک پڑھنے سے پہلے دائیں بائیں دیکھتے ہیں۔ لاہور کے مسلمانوں نے ایک بار انگریز سرکار کو دھمکی دی تھی ”اگر ہم گھروں سے نکل پڑے تو تمہیں چنگیز خان یاد آ جائے گا“۔ اس پر جواہر لال نہرو نے مسکرا کر کہا تھا ”افسوس آج چنگیز خان کی دھمکی دینے والے مسلمان یہ بھول گئے ان کی تاریخ میں ایک (حضرت) عمر فاروقؓ بھی تھا“۔ ہم آج بھی یہ بھولے ہوئے ہیں کہ ہم میں ایک (حضرت) عمر فاروقؓ بھی تھے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ”میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ بن خطاب ہوتے۔“ (بشکریہ روزنامہ ”ایکسپریس“)

بقیہ: توبہ کی شرائط

نظام کو بدلیں اسے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے تابع بنائیں، سیاسی سطح پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا عملی طور پر اقرار کریں، معاشی طور پر حرام کے جتنے بھی ذرائع آمدنی ہیں انہیں فوری طور پر بند کریں، سماجی سطح پر تمام غیر اسلامی رسومات کو ترک کر کے اسلامی معاشرت کو اپنائیں۔ اس طرح ہماری خارجہ پالیسی کا رخ بدلے، اور ہم دنیا بھر کے مسلمانوں کے مفادات کے لیے سوچنے والے بن جائیں۔

آیئے، ہم سب انفرادی طور پر، صمیم قلب سے یہ کلمات ادا کریں:

﴿...... رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۝﴾

(الاعراف:23)

”اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔“

اسی طرح اجتماعی سطح پر بھی ہمیں چاہیے کہ اسلام سے متصادم نظام کا خاتمہ کر کے اس کے دیے ہوئے نظام زندگی یعنی دین اسلام کو پوری آمادگی کے ساتھ ملک میں نافذ کریں۔ یہی نجات کا راستہ ہے اور اسی میں پاکستان کی بقا ہے۔ اگر ہم یہ اجتماعی توبہ کر لیں تو رب رحیم وکریم سے قوی امید ہے کہ وہ ہم پر نظر عنایت فرمائے گا، اور رجوع الی اللہ کی وجہ سے ہمارے حالات کو تبدیل کر دے گا۔

حضرت ہودؑ نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ﴾ (ہود:52)

”اور اے میری قوم! اپنے رب سے بخشش مانگو، پھر اس کے آگے توبہ کرو۔ وہ تم پر آسمان سے (رحمت کی) موسلا دھار بارش برسائے گا اور تمہاری طاقت کو بڑھائے گا۔“

جو لوگ صحیح معنوں میں توبہ واستغفار کریں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان پر عذاب نہیں بھیجے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اور اللہ تعالیٰ ان پر عذاب بھیجنے والا نہیں ہے، جبکہ وہ بخشش مانگیں۔“ (الانفال:33)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

توبہ کی منادی
سارے جھگڑے چھوڑو
قرآن سے رشتہ جوڑو!
تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام
فون 042-6316638
042-6366638
www.tanzeem.org

بقیہ: اداریہ کی صورت اختیار کی ہے تو ہماری فلاح کے لیے ہماری اپنی اصلاح ناگزیر ہے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں اور کوئی راہ نجات نہیں سوائے اس کے کہ ہم روحانی‘ اخلاقی یوٹرن لیں۔ بددیانتی دیانت داری میں تبدیل ہو جائے‘ خائن امین بن جائے‘ عزت وتکریم کی بنیاد نیکی اور تقویٰ بن جائے‘ کرپشن اور بدعنوانی ختم ہو جائے‘ فحاشی اور عریانی ارضِ پاکستان سے نیست و نابود ہو جائے‘ سود کا نام خوف اور نفرت کی علامت بن جائے‘ عیش و عشرت کے طالب مساجد کا رخ کر لیں‘ عورت اسم با مسمّٰی ہو جائے‘ مرد باغیرت اور حق گو ہوں‘ انصاف مدعی کو اس کی دہلیز پر دستیاب ہو‘ حکمران حقیقی خادم قوم ہوں‘ مسلمان صوم وصلوٰۃ سے غافل ہو سکتا ہے اس کا تصور ہی ختم ہو جائے۔

مسلمانانِ پاکستان! بہت ہو چکی enough is enough اب رجوع کرنا ہوگا‘ اب پلٹنا ہوگا‘ اب توبہ کرنی ہوگی۔ قیامِ پاکستان کے وقت اللہ سے کیے گئے وعدے کو ایفا کرنا ہوگا‘ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانا ہوگا۔ اللہ بہت مہلت دیتا ہے‘ بہت ڈھیل دیتا ہے‘ لیکن مہلت کی کوئی حد ہوتی ہے۔ ڈھیل دینے والا بالآخر رسی کھینچ لیتا ہے۔ یاد رکھیں! اللہ رب العزت اگر غفور و رحیم ہے تو اس کی جبار و قہار اور منتقم ہونے کی صفت بھی اسی قرآن میں درج ہے، جسے ہم پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی بجائے محض چومتے اور چاٹتے ہیں اور بوقت ضرورت جس کی قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ رب العزت قرآن پاک میں سورۃ الانفطار‘ آیت 7 میں فرماتا ہے: ”اے انسان تجھے اپنے ربّ کریم کے بارے میں کس چیز نے دھوکہ دیا“۔

ہم مسلمانانِ پاکستان کی خدمت میں دست بستہ عرض کرتے ہیں، جان جاؤ، خدارا مان جاؤ کہ حالات ظاہر کر رہے ہیں کہ مہلت ختم ہونے کو ہے۔ ہمیں وراثتی اسلام اور نعرہ بازی نہیں حقیقی ایمان بچائے گا۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر دینِ حق کی طرف لوٹ آنا بچائے گا۔ اللہ رب العزت سورۃ الزمر آیت 54 میں فرماتا ہے: ”اور تم اپنے رب کی طرف پلٹو اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ جائے اور تم مدد نہ کیے جاؤ گے“۔

اے اہلِ پاکستان! کان کھول کر سن لو، اگر پاکستان میں اسلام کا عادلانہ نظام نافذ نہ ہوا تو پاکستان اپنے وجود کا جواز کھو بیٹھے گا اور اگر ہماری بداعمالیوں نے ہماری آزادی ہڑپ کر لی تو یاد رکھیں بادشاہی مسجد لاہور کا اصطبل میں تبدیل ہونا زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ امریکہ خدا جانے کتنے گوانتانامو بے اور ابوغریب ہماری سرزمین پر بنائے گا۔ حوا کی کتنی بیٹیاں اپنی عزت اور عفت محفوظ رکھ سکیں گی۔ اللہ کے حضور توبہ کرو‘ لوٹو‘ رجوع کرو‘ اگر انجام بد سے بچنا چاہتے ہو تو ہجرت کرو اللہ کی طرف۔ دوسرا کوئی راستہ نہیں، کوئی آپشن نہیں۔